دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم حقانیہ

مدیر مسئول: مولانا سمیع الحق

رمضان ۱۴۱۸ھ / جنوری 1998ء

خدمت حدیث کے سلسلہ میں ایک اہم پیشکش

اردو زبان میں علماء دیوبند کی پسندیدہ مفصل شرح

انوار الباری

شرح اردو صحیح البخاری

مکمل عربی متن اور اردو ترجمہ

مرتبہ: حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری (فاضل دیوبند) تلمیذ رشید حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اکابر علمائے دیوبند میں حضرت محدث عصر علامہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نابغہ روزگار شخصیت اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علوم دینیہ کی خدمت کا جو کام آپ سے لیا وہ ہمارے لئے باعث صد افتخار ہے، جملہ علوم دینیہ میں سے علم حدیث پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی مہارت کاملہ سے نوازا تھا۔ آپ کا درس حدیث صرف حدیث کی مباحث تک محدود نہ ہوتا بلکہ فصاحت و بلاغت کی باریکیوں، لغوی تحقیق، متعارض احادیث میں عجیب و غریب تطبیق، صرف و نحو کے لطائف، مختلف فیہ مسائل میں احناف کے قول کو اولہ سے ترجیح دینے اور عصر حاضر کے فتنوں کے سدباب کے لئے ذخیرہ احادیث سے استدلال وغیرہ جیسے اہم مواد پر مشتمل ہوتا اور ان جیسی علمی تقاریر کو منفرد اسلوب سے قلم بند کرنے کا سہرا جناب مولانا سید احمد صاحب بجنوری کے سر پر ہے جنہوں نے محنت شاقہ کے بعد حضرت کشمیری صاحب کی صحیح بخاری کی تقاریر کو ایسے انداز میں جمع کیا کہ "انوار الباری" اس وقت علماء میں بے حد مقبول ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تقاریر اتنی جامع ہیں کہ ان کے مطالعہ کے بعد عربی شروحات کی طرف احتیاج نہیں رہتی۔ حضرت کشمیری صاحب کی یہ تقاریر علم و دانش کے حلقہ میں جتنی مقبول و نافع تھیں اتنی ہی کمیاب تھیں اور کہیں کہیں کچھ حصے نظر آتے۔

ادارہ نے اہل علم کی اس تشنگی کو محسوس کیا اور اس کو مکمل طبع کرنے کا عزم کیا۔ محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد اس وقت کامل سترہ حصص کو پاکستان میں پہلی بار شائع کرنے کا اعزاز ادارہ کو حاصل ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ علم حدیث کے مشتاق حضرات اس شرح سے ضرور سیراب ہونگے اور دورحدیث کے طلباء بخاری شریف کی پیچیدہ مباحث کی تفہیم کے لئے جوق در جوق اسے خرید فرمائیں گے۔

اہم خصوصیات

بخاری شریف کا پورا متن اعراب کے ساتھ اور اردو ترجمہ و تشریحات بخاری شریف کی قدیم عربی شروح فتح الباری، عمدۃ القاری ارشاد الساری وغیرہ سے اہم مباحث وضاحت کے ساتھ درج ہیں اپنے دوسرے اکابر حضرت گنگوہی، شیخ الہند، حضرت مدنی اور حضرت تھانوی کی تقاریر درس ترمذی و بخاری کے افادات علمیہ بھی شامل ہیں۔

حضرت کشمیری صاحب کی مطبوعہ درس ترمذی و بخاری و ابو داؤد کی تقاریر، ملفوظات عالیہ اور غیر مطبوعہ تقاریر درس بخاری کے مضامین عالیہ بھی قلم بند کئے ہیں مختلف فیہ مسائل میں حنفیہ کی طرف سے دلائل و جوابات کا قابل قدر ذخیرہ بھی ہے۔ جس میں حضرت شاہ صاحب کے قلمی، حواشی، آثار السنن، مسمی الاتحاف سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ حضرت اقدس مجدد صاحب اور دوسرے اکابر امت کے افاضات بھی موقع بموقع درج ہیں۔

پاکستان میں پہلی بار شائع ہونے والی مقبول عام بخاری کی مفصل شرح

کامل سترہ جلدوں میں مکمل سیٹ 2100 روپے

علماء و طلباء کے لئے خاص رعایتی قیمت صرف 1400 روپے

مکمل رقم پیشگی بھیجنے والوں کے لئے ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ ہوگا

ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون 40501

مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ـــ ۳۳
شمارہ نمبر ـــ ۴
رمضان ـــ ۱۴۱۸ھ
جنوری ـــ ۱۹۹۸ء

9/1/98

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق حقانی

ناظم شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز (ماہ صیام) پژمردہ دلوں کیلئے حیات نو کا پیغام	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۲
شذرات (افغان مذاکرات یا امریکی ایجنڈے کی تکمیل؟)	حافظ راشد الحق حقانی	۵
برکات رمضان	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ	۹
صلاح معاشرہ کا دارومدار اصلاح قلب پر	حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ	۱۷
خطبات حکیم الاسلامؒ کا اسلامی بیداری میں حصہ	جناب احتشام الحق قاسمی صاحب	۲۰
انقلاب کی دستک	لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل صاحب	۳۱
قرآن اور عظمت صحابہؓ	پروفیسر ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم صاحب	۳۹
مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی خدمت میں پانچ روز	راشد الحق حقانی	۴۲
جنگ آزادی میں علماء حق کا کردار	مولانا مفتی عبدالغنی صاحب	۴۷
مولانا سیف الرحمنؒ جنگ آزادی کا ایک گمنام سپاہی	پروفیسر ڈاکٹر نوشاد خان صاحب	۵۴
دعائے ختم القرآن	مولانا عبدالمجید صاحب	۵۹
مرثیہ (مولانا حبیب اللہ مختارؒ)	مولانا محمد نقیب اللہ رازی صاحب	۶۱
تبصرہ کتب	حافظ مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب	۶۲

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان۔ فون :- 630340-(0923) 630435

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے، بیرون ملک 20 امریکی ڈالر

پبلشر۔ مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز
ماہ صیام

از قلم :- مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

پژمردہ دلوں کیلئے حیات نو کا پیام

رحمت خداوندی کا موسم بہار" شہر رمضان المبارک" ملت محمدیہ کے سروں پر سایہ فگن ہے جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمۃ ومغفرۃ جہنم سے نجات "عتق من النار" کا ذریعہ قرار دیا۔ نامناسب نہ ہوگا اگر رمضان کے روح پرور اور سبق آموز پہلوؤں پر ایک اچٹتی نگاہ ڈال دی جائے۔ رمضان کیا ہے ...؟ انوار وبرکات الہیٰ کے فیضان کا مہینہ ___ تجلیات ربانی کا مظہر ___ رحمتہائے واسعہ کا ظہور اور نعمتہائے متوالیہ کا ابر نیسان ___ رمضان، رحیم وکریم کی رحمتوں کا وہ نکتہ عروج ہے جو اپنے جلو میں بے چین ومضطرب انسانیت کیلئے قرآن کریم جیسا نسخہ شفاء اور اکسیر ہدایت لایا اور اس طرح رمضان ہی وہ مقدس زمانہ ٹھرا جس میں رب العالمین نے اسلام جیسی بیش بہا نعمت سے اپنی نعمتوں اور نوامیس کی تکمیل فرمائی ___ رمضان مومنین کے پژمردہ دلوں کیلئے حیات نو کا پیغام اور عباد مقربین کیلئے جلاؤ نکھار کا مہینہ ہے۔ جس میں ذکر وفکر اور بندگی وطاعت کی محفلوں میں تازگی اور فسق وفجور کے ظلمتکدوں میں ویرانی آجاتی ہے۔ ایمان وتقویٰ کی کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں اور ظلم ومعصیت کی بستیاں اجڑ جاتی ہیں۔ ماہ صیام ابلیس کی بندش ورسوائی اور پراگندہ حال شکستہ خاطر مومنین کی سرفرازی اور سرخروئی کا مہینہ ہے۔ رمضان حدیث یارؐ کے ورد وتکرار اور رات کی تنہائیوں میں محبوب ومطلوبؐ سے مناجات اور سرگوشیوں کا عہد وصال ہے۔ رمضان جس کی آخر شب میں رب کریم اپنی آغوش رحمت پوری کائنات ___ پوری انسانیت ___ اپنے رب سے ٹوٹی ہوئی انسانیت کیلئے واکر دیتا ہے اور اپنے مالک حقیقی سے برگشتہ بندوں کو جودو بخشش کی صلائے عام ہوتی ہے ___ " الامن مستغفر فاغفرلہ الامن مسترزق فارزقہ الامبتلیٰ فاعافیہ الاکذا رالاکذا" (الحدیث) ہے کوئی بخشش کا طلبگار کہ میں اسے بخش دوں، ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس پر خزانہ غیب سے رزق کے دروازے کھولدوں، کوئی مصیبت زدہ ہے جسے میں نعمت عافیت سے نوازوں پھر اس کے افطار کا وقت ___ سبحان اللہ ___ وہ تو جمال محبوب کے دیدومشاہدہ اور اس

کے قرب وصل کا وہ مقام معراج ہے کہ فراق وہجر کے ستر ہزار حجاب بیچ سے ہٹ جاتے ہیں۔ گوناگوں مسرتوں اور لقاء رب کے لمحات ـــــ "للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ" (الحدیث) روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک وقت افطار کی خوشی اور ایک اپنے رب کی زیارت اور وصال کی مسرت۔ غرض رمضان کی ہر رات شب وصال اور ہر دن یوم مشاہدہ جمال ہے۔

ع ہر شب شب قدرست اگر قدر بدانی

پھر اس میں ایک رات (لیلۃ القدر) ایسی بھی آجاتی ہے جو عظمت ومرتبت کے لحاظ سے ہزار مہینوں کے برابر ہے جس میں یکبارگی قرآن نازل ہوا جو الروح الامین اور ملائکہ رحمت وسلام کے نزول کی رات ہے جس میں ساری کائنات "ذوالجلال والکبریاء ومعبود کی عظمتوں کے سامنے جھک کر اسکی تسبیح وتحمید میں ڈوب جاتی ہے مگر ایک عاشق زار کیف وصال اور لذتہائے جمال میں اس قدر گم ہوجاتا ہے کہ وہ اس ہزار ماہ والی رات کو ایک رات بلکہ ایک لحہ سمجھنے لگتا ہے۔ "کان لم یلبثوا الاساعۃ من نہار" اور صبح صادق کے وقت پکار اٹھتا ہے کہ

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

اور "ماعرفناک حق معرفتک وماعبدناک حق عبادتک لااحصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک" کا نغمہ عجز وقصور اس کی زبان پر ہوتا ہے ـــــ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وماادراک مالیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتی مطلع الفجر"

پھر ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے کہ آتش قرب اور سوز دروں سے بے تاب ہوکر رضائے مولیٰ کا طلبگار بندہ گھر بار خویش واقارب سب کچھ چھوڑ کر اسی کے در پر ڈیرہ جمادیتا ہے اور جب تک رضاء وصال کا ہلال عید چمک نہ جائے یہ بھی آستانہ یار کی چوکھٹ نہیں چھوڑتا ـــــ سوز وساز، امید وبیم، درد وتڑپ، اضطرار والتجاء اور تقلیل طعام کے بعد قطع کلام ومنام اور ترک تعلقات کے اس چلہ کو ہم اعتکاف سے یاد کرتے ہیں۔ پھر وہ رمضان ہی کے ساعات کیمیا اثر ہیں جن کی تاثیر سے ہماری حقیر سی نیکی، عمل قلیل اور بضاعۃ مزجاۃ، اخلاص واحتساب کی آمیزش سے جبل احد جتنا مقام پالیتی ہے ہمارے نوافل فرض اور فرض ستر فرائض کے برابر ہوجاتے ہیں پھر یہ اجر وثواب خود بارگاہ ایزدی سے براہ راست ملتا ہے۔ "الاالصوم فانہ لی وانا اجزی بہ" کہ اس کی یہ بھوک وپیاس، یہ پژمردگی، یہ ریودگی صرف اسی کیلئے تو ہے اور اسی ہی کے علم میں ہے۔ کسی غیر رضامندی، ریا اور شہرت کا اس میں شائبہ بھی نہیں ـــــ پھر اس شہر مسعود کے یہ برکات وانوار وقتی نہیں بلکہ ایک مسلمان کی

ساری زندگی اسکی بدولت ایمان واحسان کے سانچہ میں ڈھل سکتی ہے بشرطیکہ رمضان کے فضائل وبرکات اور ایمان آفرین نتائج نگاہوں کے سامنے رہیں اور صوم کی یہ عبادت ہر قسم کے منکرات وفواحش قول زور بے ہودہ مجالس، غیبت اور گالی گلوچ ریاوعجب غرض تمام برے افعال کی آلائش سے پاک رہے کہ جب حلال سے پرہیز ہے تو حرام کی گنجائش کہاں...؟ اور اگر یہ عمل ایمان واحسان سے خالی اور ذنوب وآثام سے محفوظ نہیں ___ تو یہ تو نری بھوک وپیاس ہے جس سے اللہ تعالیٰ کوئی سروکار نہیں رکھتا (البخاری) اور کتنے صائم النہار وقائم اللیل ہیں کہ جن کے پلے بجز پیاس اور مفت کی جگائی کے اور کچھ نہیں پڑتا (الدارمی) روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ تمام بیہودہ اور بے حیائی کی باتوں سے دستبردار ہونے کا نام ہے۔ (الحدیث) روزہ تو گناہوں اور جہنم کی آگ سے بچانے والی ایک ڈھال ہے جبتک روزہ دار اسکو جھوٹ اور غیبت سے چھید نہ ڈالے (نسائی وغیرہ) یہ مہینہ سراپا وعظ ونصیحت ہے اور اس کا ہر پہلو صدہا نصیحتوں سے لبریز ہے یہ مہینہ صبر کی تلقین کرتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہم نے لذائذوشہوات کو ترک کردیا۔ اس طرح مومن کی ساری زندگی منکرات،فواحش اور منہیات سے صبر وگریز کی آئینہ دار ہوگی۔ یہ مہینہ ہمیں جہاد سکھلاتا ہے کہ نفس توعدو اکبر اور اس کا مقابلہ جہاد اکبر ہے اور جب مسلمانوں نے روزہ سے نفس پر فتح پانے کا ملکہ حاصل کرلیا تو عدواصغر کافرومشرک کی شکست تو آسان بات ہے۔ یہ مہینہ ہمیں بھوک وپیاس کا احساس دلاکر باہمی ہمدردی، ایثاروانفاق اور غریب پروری کا سبق دیتا ہے۔ اس لحاظ سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے شہرمواساۃ کہا یعنی غمخوارگی کا مہینہ۔ "جو خدا کے کسی بندہ پر آسائش لائے، اسے کھاناکھلائے یا صرف دودھ کی لسی یا کھجور کے دانہ اور پانی کے گھونٹ سے افطار ہی کرادے تو اسکی آگ کی مستحق گردن جہنم سے نجات پالیگی۔ اور اسے جنت کا پروانہ مل جائیگا۔ جس روزہ دار نے کسی بندہ خدا نوکریاغریب کا بوجھ ہلکا کیا۔ اللہ تعالیٰ اسکی گردن سے گناہوں کا بوجھ اتاردے گا" (الحدیث عن سلمان الفارسی) غرض یہ شہر رمضان کیا ہے؟ سراپانور ورحمت سراسر خیروبرکت، تہذیب نفس، تنقیح اخلاق، اصلاح اعمال، مجاہدہ وریاضت کا مہینہ اور ملکوتی صفات کو حیوانی عادات پر غالب کرنے اور جلاء باطن اور تزکیہ روح کا موسم بہار ___ کتاب مبین "قرآن کریم" کے پیش کردہ نصاب ونظام کی عملی ٹریننگ کے ایام۔ تاکہ تم میں قرآنی زندگی پیدا ہو۔ "یاایھاالذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

شھر اولہ رحمۃ ___ واوسطہ مغفرۃ ___ وآخرہ عتق من النار

شذرارت

راشدالحق حقانی

بھگوڑے ربانی کی آمد ۔ افغان مذاکرات یا امریکی ایجنڈے کی تکمیل ؟

امریکہ اقوام متحدہ اور طالبان مخالفین نے جب محسوس کیا ۔ کہ معصوم سفیران امن و آشتی اور خلافت راشدہ کے علمبردار سادہ لوح طالبان نے حیرت انگیز طور پر ایک صحیح اسلامی خلافت و امارت بغیر کسی بیساکھی اور سہارے کے نصرت خداوندی کے ذریعے مستحکم اور قائم رکھی اور کسی دباؤ ، ذاتی مفاد اور لالچ کے حق پر چٹانوں کی طرح ڈٹے رہے تو ان کی راتوں کی نیند اڑ گئی اور ان کے مکروہ عزائم کی تکمیل رک گئی اس لئے ھی اب تک ماسوائے چند ممالک کے طالبان کی جائز قانونی حکومت کو تسلیم نہیں کیاجارہا ۔ بلکہ سابق صدر ربانی کی نام نہاد حکومت جوکہ ہزاروں معصوم اور نہتے طالبان کی قاتل ہے ۔ اور خصوصاً مزار شریف میں ۴ ہزار طالبان کے اجتماعی قتل عام پر اقوام متحدہ میں افغانستان کی نشست اسے دی گئی ہے ۔ یہ "منصف" مزاج امریکہ اور اقوام متحدہ کا "مشکلی" کردار ہے ۔ اب امریکہ نے پاکستان کو بھی افغانستان کے بارے میں اپنا ایجنڈا دیدیا ہے کہ طالبان حکومت کو ہر صورت سے کمزور کی جائے ۔ اسی ایجنڈے پر محترم میاں صاحب نے عمل درآمد شروع کردیا ہے ۔ ایران میں ربانی جیسے پاکستان دشمن کو پاکستان آنے کی دعوت دی اور فوراً ہی ربانی ٹپک پڑے ۔ آجکل پھر وسیع البنیاد حکومت کی باتیں اورامریکی ایجنڈے پر کام شروع ہے اور مذاکرات کا ڈھونگ رچایا جارہا ہے ۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایران جواپنے آپ کو امریکہ کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے بغض طالبان میں امریکہ کے ساتھ دوستی کرنے بیٹھ گیا ہے اور دونوں نے واشنگٹن مین طالبان کی اسلامی حکومت کے خلاف مشترکہ لائحہ عمل طے کردیا ہے اور اب امریکہ ، ایران اور پاکستان دونوں کو استعمال کرکے افغانستان کی اسلامی امارت کو ختم کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس وقت طالبان کی اسلامی حکومت دنیا کی سب سے بڑی اسلامی "بنیاد پرست" حکومت ہے ۔ اور ستم ظریفی سے اب نوازشریف امریکہ کے ایماء پر جہاداور مجاہدین کے ازلی دشمن محترم ولی خان اور محمود خان اچکزئی سے ربانی کا گٹھ جوڑ کراکر افغان قضیہ کے تصفیہ کی راہ نکال رہے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔

ع تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

قارئین کرام یہ ہماری خارجہ پالیسی اور ہمارے حکمرانوں کی عقل ہے ؟ (جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے) جو اپنی ہی محنت اور نیکنامی کو برباد کررہے ہیں کہ کل جس حکومت کو اس نے سب سے پہلے تسلیم کیا آج اسی کو کمزور کرنے پر تلی ہوئی ہے ۔ ربانی کا اپنے دور اقتدار میں پاکستان کیساتھ کیا رویہ رہا ہے ۔ پاکستانی سفارتخانہ کو کس نے تباہ کیا اور وہاں پر ایک پاکستانی کو ہلاک کیا ۔ جبکہ دوسرے سفراء کو زدوکوب کیا پھر پشاور صدر میں بم کا دھماکہ کرایا ۔ جس میں سینکڑوں بے گناہ شہری مارے گئے اور کروڑوں کا نقصان ہوا ۔ ان کی دور حکومت میں کھلم کھلا بھارت کے ساتھ پینگیں بڑھائی گئیں ۔ ایسے بھگوڑے اور دشمن شخص کو پورے پروٹوکول کے ساتھ پاکستان میں پھرانا کیا معنی رکھتا ہے ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے نازک وقت میں طالبان حکومت کو کمزور کرنا اور ان پر مذکرات کا دباؤ ڈالنا اور امریکی ایجنڈے پر عمل درآمد کرنا ، ۱۷ سالہ جہاد اور پاکستانی قوم کی عظیم قربانی اور تحریک طالبان کا ساتھ دینے پر مٹی ڈالنے کے مترادف ہے ۔" وسیع البنیاد حکومت" کا مظاہرہ ومشاہدہ ہم نے ربانی اکمتیار کے مشترکہ دوراقتدار میں خوب دیکھا ہے ۔ آج ربانی کس منہ سے" وسیع البنیاد حکومت" کی باتیں کررہا ہے ۔ جس نے افغان عوام کو جہاد کے اختتام کے باوجود برسوں آگ وخون میں ڈالا رکھا ۔ امریکہ ، پاکستان اور ایران انہی ظالم صفت لوگوں کو دوبارہ" وسیع البنیاد حکومت" اور مذکرات کے نام پر افغان قوم پر مسلط کرنا چاہتے ہیں ۔ جن کو افغان عوام نے مسترد کرکے طالبان کو خوش آمدید کہا ہے ۔ طالبان حکومت ، افغانی اور پاکستانی قوم اور دینی و جہادی قوتیں کسی بھی صورت میں یہ امریکہ ایجنڈا نافذالعمل نہیں ہونے دینگے ۔ اور ان نام نہاد مذکرات کو مسترد کرتے ہیں ۔

ذاتی صدمہ

ماہنامہ "الحق" کے منیجر ، مولانا سمیع الحق صاحب کے داماد اور راقم کے بہنوئی جناب شفیق الدین فاروقی کی والدہ ماجدہ چندروز قبل کراچی کے مقامی ہسپتال میں مختصر علالت کے بعد انتقال فرماگئیں ۔ (اناللہ واناالیہ راجعون) مرحومہ بے پناہ اوصاف اور خوبیوں کی مالک تھیں ۔ یہ آپ کی تربیت اور دین کے ساتھ محبت ہی کا جذبہ تھا کہ آپ نے اپنے فرزند (جناب فاروقی صاحب) کو دارالعلوم اور دین کی خدمت کیلئے گذشتہ ۲۷ برس سے وقف کئے رکھا ۔ آپ نے اپنے تمام بچوں کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کیا جوکہ ماشاء اللہ اب اعلیٰ اور اچھے مناصب پر فائز ہیں ۔ مرحومہ کی نفاست پسندی امورخانہ داری میں مہارت مثالی تھی ۔ نہایت کم گو تہجد گزار اور نظافت وحیاء کا پیکر تھیں ۔ یقیناً ان کی اچانک جدائی اور فراق سے جناب فاروقی صاحب اور ان کے دیگر برادران واہل خانہ

ورثتہ داران کو صدمہ پہنچ جانا ایک فطرتی امر ہے کیونکہ کائنات کا مقدس اور پاکیزہ رشتہ ممتا یعنی آغوش مادر ہی ہے اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں پل کر ہی آدمی انسان بن جاتا ہے ۔ ماں کا وجود مسعود ایک سایہ رحمت ہے جس کے نیچے انسان ہزاروں دکھوں اور بے پناہ غموں کے باوجود آرام وراحت سے رہتا ہے ۔ اچانک اس کا بچھڑنا ایک ناقابل برداشت دکھ ہوتا ہے کیونکہ عہد طفلی سے لیکر بڑھاپے کی دہلیز تک ماں کا سایہ عافیت اس کے سر پر سایہ فگن رہتا ہے ۔ اور شبانہ روز ماں کی دعائے نیم شبی یہ انسان کی کامیابی کی کلید ہے ۔

آغوش ممتا کی درخشاں ، کہکشاں میں جو سکون اور اطمینان ہے وہ دنیا کی کسی بھی شے میں حاصل نہیں ۔ راہ عدم اور شاہراہ فنا پر بنی نوع انسان کا قافلہ سبک رفتاری سے رواں دواں ہے ۔ ہر نفس ، ہر ذی روح اور ہر انسان کو بلآخر موت کی مہیب وادی میں اتر جانا ہے ۔ جانے ملک عدم میں ایسی کیا کشش ہے کہ خفتگان خاک پیچھے مڑکر بھی نہیں دیکھتے ۔ زندگی اور موت کے اس گورکھ دھندے سے ہر انسان کو چاروناچار واسطہ پڑتا ہے ۔ کیا شاہ اور کیا گدا ؟ گلشن ہستی میں کونسا ایسا مقام ہے جہاں اسکی ارزانی نہیں ؟ ۔ یا جہاں پر موت سے فرار ممکن ہو ۔

" قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم " ترجمہ :- کہو تم کہ بتحقیق وہ موت جس سے تم راہ فرار اختیار کرتے ہو وہ ضرور تم سے ملاقات کرے گی ۔ دریوزہ گر کے کلبۂ افلاس سے لیکر شاہوں کے محل سراؤں تک نوابوں کے عشرت کدوں سے لیکر مساکین کی جھونپڑیوں تک ، سمندر کی اتھاہ گہرائیوں سے تاافق ، خلاؤں کے اندھیروں سے زمین کی دبیز تہہ تک دشت وصحرا و بن سے لیکر آباد شہروں تک الغرض کائنات اور سرگزشت نوع انسان کا آخری باب اور مبتداء زندگی کی خبر موت ہی ہے ۔ ہم سب کو بلآخر اس کے حضور پیش ہونا ہے ۔

(کل من علیها فان ویبقیٰ وجهه ربک ذوالجلال والاکرام) اللہ تعالیٰ مرحومہ اور تمام امت مسلمہ کو بخش دے ۔ خالق کریم سے دعا ہے کہ مرحومہ کو اعلی اعلین میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا سے نوازے ۔ دارالعلوم حقانیہ ادارہ " الحق " ان کے غم میں برابر کا شریک ہے ۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

اللھم نور قبرھا وبرد ضریحھا شابیب الرحمۃ والرضوان الی یوم القیامۃ (آمین)

صدر پاکستان ایک متشرع دیندار شخصیت، اور قوم کی توقعات

محترم جناب جسٹس رفیق تارڑ کا انتخاب ملک وقوم اور دینی حلقوں کیلئے ایک نیک فال ہے۔ پاکستان مسلم لیگ نے پہلی مرتبہ ایک دانشمندانہ اقدام کیا ہے۔ کہ ملک کے اہم اور معززترین مسند کیلئے ایک باعمل، نیک، پابند شریعت، شریف النفس، قابل فاضل اورایک تجربہ کار محب وطن کو اس عہدے پر فائز کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسے نازک حالات میں آپکا عہدہ صدارت پر فائز ہونا ہر لحاظ سے ملک وملت کے حق میں مفید ہوگا۔ جناب صدر مملکت پاکستان کے تمام حکمرانوں میں پہلے متشرع حکمران ہیں۔ جو شریعت پر خود بھی عمل پیرا ہیں بلکہ شریعت اور اسلام کے احکام پر فخر کرتے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے آپکی حمایت اسلیئے کی کہ آپ برسوں سے اسلام اور اکابرین امتؒ کے ساتھ وابستہ ہیں اور آپ نے شریعت کے مطابق کئی اہم فیصلے بھی کیے اور آپکا تعلق حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ بڑا گہرا تھا اور حضرت شاہ صاحبؒ آپکو اپنا پانچواں بیٹا کہتے تھے۔ آپ نے ساری زندگی قادیانیت کے خلاف سد سکندری کا کام کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایوان صدر میں آپ کا تقرر قادیانیت اور ملک میں اسکے اثرات کم کرانے میں یقیناً ایک اہم پیش رفت ہوگی۔ اور دوسرا مولانا صاحب نے اس وقت انکی حمایت کافیصلہ کیا جب امریکہ مغرب اور پاکستان میں سیکولر عناصر نے کھلم کھلا شریعت کے پابند اور باریش امیدوار کی مخالفت بلکہ تضحیک کرنا شروع کردی اور صدارت کے عہدے پر مسلم لیگ اور پیپلزپارٹی کے امیدواروں سے ہرلحاظ سے آپکا انتخاب موزوں تھا۔ گوکہ ہمیں اس حقیقت کا ادراک ہے کہ صدارت کے منصب کو وزیراعظم کے حالیہ اقدامات کی وجہ سے اسکی حیثیت کم رہ گئی ہے۔ لیکن پھر بھی امریکہ اور مغرب پرست اور قادیانیوں کیلئے ایک مسلمان "بنیاد پرست" کا ایوان صدر میں فائز رہنا ایک مستقل دردسر ہوگا۔ جناب صدر مملکت کی دین دوستی کا یہ کھلا ثبوت ہے کہ آپ نے اپنی انتخابی مہم کا آغاز دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی صورت میں کیا اور خصوصاً اسکے لیے اکوڑہ خٹک" تشریف لائےاور مولانا صاحب مدظلہ نے ان سے کہا کہ اللہ نے آپکو منتخب کرلیاہے تو اب اس عظیم منصب سے دین وشریعت کے یقینی نفاذ کیلئے عملی اقدامات کریں اور میں نے مسلم لیگ کی پالیسیوں سے شدید اختلاف اور حکومت کی مخالفت کے باوجود آپکے ماضی کے کردار کو سامنے رکھ کر آپکی حمایت کی ہے۔ اسیطرح ملک کے دیگر دینی حلقوں میں بھی آپکی حمایت کی ہے۔ خصوصاً ختم نبوت پاکستان کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولاناخان محمد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا یوسف لدھیانوی وغیرہ نے بھی آپکی حمایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو دینی حلقوں کے توقعات کے عین مطابق پورا فرمائے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

برکات رمضان

خطبہ جمعۃ المبارک یکم رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد :- وعن عبداللہ بن عباسؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس وکان اجود مایکون حین یلقاہ جبرئیل علیہ السلام وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ (اوکماقال)

خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت :- محترم بھائیو! ہم اور آپ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور یہ خداوندکریم کی ان عظیم نعمتوں میں سے جو اس امت پر ہیں، سب سے بڑی نعمت ہے کہ ہمیں حضوراقدسؐ کی امت میں پیدا فرمایا۔ حضوراقدسؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے لئے کھولا جائے گا اور میں اپنی امت سمیت جنت میں داخل ہوؤں گا اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ جہاں آقا، سردار یا حاکم موجود ہو وہاں اس کا خادم خاص بھی خدمت کی خاطر ساتھ ہی رہتا ہے۔

نعمت کا تقاضا :- جب اللہ جل مجدہ نے ہم پر اتنی بڑی نعمت فرمائی تو چاہئیے کہ ہم اپنے آقائے نامدار اور روحانی والد سردار دوجہاں کے نقش قدم پر چلیں۔ ہر امت اپنے پیغمبر کی روحانی اولاد ہوتی ہے اور روحانی رشتہ جسمانی رشتہ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے، اس وجہ سے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: "لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین"

جب تک تم میں سے ہر شخص کے نزدیک میں اس کے والد اس کی اولاد اور ساری مخلوق سے زیادہ محبوب نہ ہوں تب تک وہ شخص مومن نہیں کہلاسکتا۔

صحیح اولاد وہی ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ کی صحیح اتباع اور پیروی اختیار کرلے اور جو اپنے والدین کے نقش قدم پر نہ ہو لوگ اسے نااہل اور نالائق سمجھتے ہیں تو امتی وہی سچا امتی ہے جو حضوراقدسؐ کی سنت پر عمل درآمد کرتا ہو اور جو امتی ہونے کا دعوےٰ کرے مگر اپنے نبی کریمؐ کا اتباع نہ کرسکے وہ دعویٰ میں غلط ہے اور یہ دعویٰ اس کے لئے باعث تمسخر ہے۔

محترم بھائیو! یہ رمضان المبارک کا مہینہ بھی اس امت پر خداوندکریم کے خاص کرم کا

مہینہ ہے خداوند کریم نے اس امت پر حد سے زیادہ انعامات و کرامات کئے ہیں اور کر رہا ہے اس کی نعمتیں تو لاتعد ولا تحصیٰ ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں یہ ہماری روح ہماری زندگی ، ہمارا وجود یہ آنکھ ، ناک ، کان ، ہاتھ پاؤں دل ودماغ یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں جس سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ یہ زمین ، ہوا ، پانی ، غلہ ، پھل ، پھول جوکچھ بھی ہمارے لئے ضروری تھا سب اللہ جل شانہ نے زمین کے دسترخوان پر ہمارے لئے بچھا دیا ۔ پھر خاص طور پر انسان کو تو اشرف المخلوقات بنادیا ، اپنا خلیفہ بنادیا ، ساری مخلوق پر اسے اقتدار اور تسلط دیا تاکہ وہ اسمیں تصرف کرتا رہے ۔ یہ خاص انعام ہے ۔

سب سے بڑی نعمت اللہ کی ہمکلامی اور اس کلام کا مخاطب بننا ہے :- انسان پر سب سے بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ خدا نے اسے اپنی ہمکلامی سے مشرف کیا اپنے کلام کا مخاطب بنایا اپنے کلام کے نزول کا اہل بنادیا ، اس کی افہام و تفہیم اوراس کی تلاوت کرنے سے نوازا ۔ ہر نعمت اس کی بے حد ہے مگر یہ نعمت کہ اللہ نے حضور نبی کریمؐ کو مبعوث فرماکر ان کے ذریعہ ہمیں اپنے کلام سے مشرف فرمایا ، ہمارے پاس قرآن مجید بھیجا ، اور ہمیں اس قابل کردیا کہ اس کی تلاوت کریں اسے سنیں اسکو سمجھیں اس پر عمل کریں اس پر غوروفکر کریں ۔ یہ خدا کی وہ خاص نعمت ہے جس کا جواب نہیں اور جسے خود اللہ نے بطور امتنان ذکر فرمایا ہے : "ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" ۔ ہم نے اسے نازل کیا اور پھر اسے سمجھ اور نصیحت کے لئے آسان بھی بنادیا ۔ قرآن مجید خدا کا کلام نفسی ہے اور خدا کی ذات وصفات کا تحمل ادراک اور فہم ہمارے اذہان سے باہر کی چیز ہے تو اللہ نے اپنے کلام نفسی کو اس ــــ کلام لفظی کا شکل دیکر اسے آسان کردیا ۔

تلاوت قرآن صرف اس امت کی خصوصیت ہے :- حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت فرشتوں کو بھی حاصل نہیں اور اسی وجہ سے جیسا کہ حدیث میں ہے ۔ فرشتے نماز میں شریک ہوتے ہیں کہ امام کی تلاوت سنیں ، جب سورۃ فاتحہ ختم ہو تو آمین کہتے ہیں اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے ، وہاں ملائکہ جمع ہوکر عرش تک اوپر نیچے پرے لگادیتے ہیں اردگرد گھیرا ڈال دیتے ہیں ۔ "حفتھم الملائکۃ و غشیتھم الرحمۃ" کہ اس قرآن کی وجہ سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں فرشتے بھی اس کے مورد بنسکیں اور اسے سن سکیں ۔ تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کی فضیلت ومنقبت صرف اس امت کو حاصل ہے ۔ اگلی امتوں کو بھی اللہ نے احکام سے نوازا مگر ان کو کتابیں دیں کلام نہیں دیا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ شریف ملی جو لکھی ہوئی چیز تھی اس کو کلام نہیں کہہ سکتے ۔

کلام اللہ اور کتاب اللہ میں فرق :- کتاب الگ چیز ہے اور کلام الگ جس پر متکلم تلفظ

کرے اور آواز وصوت پیدا ہو اگر کسی کو اپنی خیریت اور حالات لکھ دو، اس کو کتاب کہیں گے اور اگر ٹیلی فون پر بات چیت کردیا مشافہۃ کہ کانوں سے سن لے تو اس کو کلام کہیں گے۔ تو قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اس کے الفاظ معانی دونوں خدا کی طرف سے ہیں جسے اللہ جل جلالہ نے ہماری فہم اور تفہیم کا ذریعہ کا بنادیا اور تلاوت اس کی آسان بنادی۔

ماہ رمضان کی برکتیں:- تو اس مہینہ میں قرآن مجید اتارا گیا۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ اس مہینہ میں اللہ کی بے انتہا نعمتیں ہیں۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رمضان میں ایک نفل ستر نفل کے برابر ثواب رکھتا ہے، ایک تسبیح سبحان اللہ کے کہنے کا بھی ستر دفعہ سبحان اللہ کے برابر اجر ہے۔ ایک فرض کا ستر فرضوں کے برابر ثواب ہے۔ ایک بڑی نعمت اس مہینہ میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔

برزخ والوں کو رمضان کا فائدہ:- اس کا بڑا فائدہ عالم برزخ والوں کو ہوتا ہے کہ جہنم کے شدائد میں کمی آجاتی ہے، جو لوگ قبر یا برزخ میں ہیں تو حدیث میں آتا ہے کہ دوزخیوں کو جہنم کا دروازہ کھولدیا جاتا ہے کہ اس کی بدبو، گرمی اور شدت پہنچتی رہے اور جو جنتی ہے ان کے لئے جنت کے دروازے قبر میں کھولدیئے جاتے ہیں اور وہاں کی روح وریحان خوشبو اور تازگی ان تک پہنچتی ہے۔ "القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران" قبر یا تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغ ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ تو لوگ برے اعمال اور فسق وفجور کی وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہیں۔ تو رمضان میں جہنم کے دروازے بند ہوجانے کی وجہ سے ان کو کچھ چھٹی مل جاتی ہے اور قدرے فائدہ ہوجاتا ہے اور جنت کے حقداروں کو جنت کی خوشبو اور نعمتوں میں اور بھی اضافہ ہونے لگتا ہے۔

جہنم والوں کو رمضان کا فائدہ:- اس طرح اگر کوئی گنہگار رمضان ہی میں مرگیا تو جیسے کہ جیلخانہ چھٹی کے دن بند رہتا ہے اور اگر اس دن کسی مجرم کو پکڑلیا جاوے تو اسے باہر رکھتے ہیں۔ پولیس اسے اپنے ساتھ رکھتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گھر سے مجرم کو کھانا وغیرہ جاسکتا ہے۔ ملاقات بھی خویش واقارب کرسکتے ہیں مگر جب جیل کا دروازہ کھلا اور وہاں داخل کردیا تو سب رعایتیں ختم ہوجاتی ہیں تو اگر یہ شخص گنہگار ہے اور مستحق جہنم ہے، اس مہینہ میں مرجائے تو ختم رمضان تک تو کم ازکم جہنم کی شدت اور عذاب سے بچ جائے گا۔

حدیث کا دوسرا مطلب:- حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے، رمضان میں نیکی کے دروازے

کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے داخلہ کے لئے دروازے اعمال صالحہ ہی تو پیدا کئے ہیں ہر نیکی کے بدلہ ستر نیکیوں کے برابر ثواب ہے ہر رات آواز آتی ہے غیب سے کہ یاباغی الخیر اقبل۔ اے خیر اور بھلائی کی آرزو اور طلب رکھنے والے آگے بڑھ۔ یہی وقت ہے نیکی کا۔ ایک دفعہ استغفار کر تسبیح پڑھ۔ نماز پڑھ لے، اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کردے۔ ویاباغی الشر اقصر۔ اور اے شر کے طلبگار ذرا پیچھے ہٹ جاؤ، ذرا ٹھرجا۔

شیاطین قید ہونے کے باوجود گناکیوں صادر ہوتے ہیں:- رمضان سے پہلے اگر ایک شخص چوری، قتل، جوا، زنا اور دیگر گناہ کرتا ہے تو الزام شیطان پر لگاتا ہے کہ اس کے ورغلانے کی وجہ سے گناہ ہوا مگر یاد رکھئے رمضان میں تو یہ الزام اس پر نہیں لگاسکتے کہ اسے تو رمضان کے آتے ہی ہتھکڑیاں لگ جاتی ہیں اور اس کو سمندر کی تہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ " صفدت الشیٰطین ومردۃ الجن " میں نے دیکھا کہ پہلی ہی رات سے مساجد بھر گئیں، لوگوں کا میلان نیکیوں کی طرف ہوگیا۔ لاکھوں مواعظ سے اتنا کام نہیں ہوتا جتنا کہ رمضان کے آتے ہی لوگوں میں تبدیلی آجاتی ہے اور اللہ کی طرف عبادات اور نماز وغیرہ کی شکل میں متوجہ ہوجاتے ہیں مگر گھروں میں عورتیں نمازوں کا اہتمام کرنے لگتی ہیں تو وجہ یہ ہے کہ شیاطین قید ہوجاتے ہیں۔ مگر جس مرد و عورت کا رمضان بھی اللہ کی عبادات اور بندگی کی طرف توجہ اور نیکی کی طرف میلان نہ ہوا تو سمجھ جائیے کہ اس میں رتی بھر بھی ایمان نہیں، وہ خود شیطان بن چکا ہے کہ اب جب شیطان بند ہے تو کون یہ گناہ کرواتا ہے۔ خود اس کا نفس کرواتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ " ان اعدیٰ عدوک نفسک اللتی بین جنبیک " یہ تیرا نفس جو تیرے پہلومیں ہے سب سے بڑھ کر تیرا دشمن ہے۔

نفس امارہ کی کارستانیاں:- یہ نفس جب تک مطمئنہ اور لوامہ نہ بن جائے تو اس کے ہاتھوں ہلاکت کے گڑھے میں جاؤگے۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا کی تو ہر چیز سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اور تو کون ہے؟ ہر چیز نے جواب دیا کہ تو رب ہے، خالق ہے، مالک ہے اور میں عاجز مخلوق ہوں۔ مگر نفس سے جب پوچھا کہ میں کون ہوں اور تو کیا ہے؟ تو نفس نے جواب دیا کہ:

" انت انت وانا انا " تو تو ہے اور میں میں ہوں۔ یہ نفس خبیث کا جواب تھا، آج بھی نفس کا اثر ہے کہ کہا جاتا ہے کہ میں ایسا ہوں، نواب ہوں، خان ہوں، پٹھان ہوں، میری پوزیشن کا کوئی جواب نہیں؟ میرے ساتھ کون مقابلہ کرسکتا ہے؟ میں تو لعل وجواہر ہوں۔ الغرض شیطان کے بند ہوتے ہوئے بھی یہ بددیانتی اس سے نفس ہی کرواتا ہے گویا اس کا نفس اب شیطان بن گیا ہے۔

ایک عجیب خیال:- اور اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے اس ملک میں انگریز تھا تو ہم اپنی بددینی کو اس پر ڈالتے تھے کہ غلام ہیں اس لئے اسلام کو جھنڈا سربلند نہیں کیا۔ اس لئے اسلامی قانون نہیں چل رہا، مگر اب تو ہم کافی عرصے سے آزاد ہوئے ہیں، غلامی نہ رہی تو ہمیں کون اسلام اور قوانین سے روک رہا ہے۔ اب یہ لوگ کیوں بددین ہیں بلکہ اس حالت سے بھی بڑھ چکے ہیں۔ گویا اب تو یہ خود انگریز بن گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ غلامی کے دور میں اگر لوگ کوتاہی کرتے ہوئے مرے ہیں تو شاید خدا تھیں بخش دے کہ مجبور تھے مگر اب تو کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔ اس طرح شیطان جب بند ہوا تو نفس خبیث کا پنجہ پڑگیا اور جن لوگوں کے نفس میں کچھ صلاحیت تھی وہ عبادت میں لگ گئے، دل نرم ہوگئے، باجماعت نماز پڑھنے لگے پہلے ان پر شیطان کا تسلط تھا، اب وہ جیل گیا تو یہ آزاد ہوئے۔ اگر اب بھی نہ سنبھلے تو سمجھ جائیے کہ وہ ابلیس سے بڑھ کر ہیں جیسا کہ لوگ قیامت کے دن شیطان کو ملامت کریں گے تو وہ جواب دے گا۔

"فلا تلوموني ولوموا انفسکم" مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ پر ملامت کرو میرا کوئی جبر نہ تھا۔

تو بھائیو! یہ انتہائی خطرے کی بات ہے کہ رمضان میں بھی ہم نماز نہ پڑھ سکیں، اور نہ چوری، جوا، جھوٹ، فریب چھوڑ سکیں۔ ہر رات آواز آتی ہے یا باغی الخیر اقبل" اے خیر کے طالب اسباب خیر کھلے ہیں آگے بڑھ۔ ویاباغی الشراقصر۔ اے شر کے طلبگار اب ذرا پیچھے ہٹ جا خدا نے شر کے دروازے اور جہنم کے دروازے بند کردیئے، تو اے شریر ذرا تو بھی اپنی شرارت چھوڑدے، ذرا شرم وحیا خداوند کریم سے کراور برائی چھوڑ دے۔

روزے کا اجر خاص:- رمضان کی رحمتوں میں بڑی رحمت یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "الصوم لی وانا اجزی بہ" روزہ خاص میرے لئے ہے تو میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جو عاشق ہوگا وہی روزہ رکھے گا۔ روزہ کا علم کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتا۔ یہ غیر اللہ کے لئے نہیں ہوسکتا۔ اس میں ریاونمود نہیں آسکتی جو روزے رکھتا ہے وہ اپنے مالک اور رب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگتا ہے۔ اللہ کھاتا نہیں، غنی ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے ان تمام چیزوں سے، تو اس کا غلام بھی انہی چیزوں کو اپناتا ہے تو اجر بھی اللہ خاص طور پر خود ہی دیتا ہے۔ جیسا کہ حاکم دربار منعقد کرکے کسی کو بلالیتا ہے اور خاص اپنے ہاتھ سے اسے تمغہ سے نوازتا ہے۔ دوسرے وسائط اور ذرائع سے اتنی عزت نہیں ہوتی تو روزہ دار کو اتنی بڑی خوشخبری ہے کہ براہ راست حق تعالیٰ کے انعام کا مستحق بنتا

ہے ۔ ایک دوسری قرات " انا اجزی بہ " کی ہے کہ میں خود اس کو بدلہ میں دیا جاؤں گا تو اس کی قدر و قیمت کی تو حد ہی نہیں کہ جو بندہ شرائط اور آداب کے مطابق روزہ رکھے گا وہ محبوب حقیقی کے وصال سے سرفراز ہوگا ۔ تمام عالم کا بادشاہ ، عالم کا مالک اور محبوب حقیقی جب اپنا دیدار روزے کے بدلے میں دیتا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا ۔

روزہ قیامت میں بھی ساتھ دے گا :- ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ظلم کرنے والوں کی نیکیاں اس کے بدلہ میں اصحاب حقوق لے لیں گے ۔ مگر یہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس کا اوروں کو علم نہیں ہوگا ۔ تو جب ساری نیکیاں اوروں کو حقوق میں دے دی جائیں گی کہ ہمارے ظلم اور حق تلفی کا تو کوئی حد نہیں ۔ مظلوم سب کچھ لے لے گا ۔ مگر یہ روزہ اس وقت جہنم کی آگ کے سامنے ڈھال بن جائے گا ۔ یہ نیکی محفوظ رہے گی ۔ " الصوم جنۃ روزہ ایک ڈھال ہے ۔

رمضان اور نزول قرآن کا باہمی تعلق :- پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت وہی ہے جو میں نے عرض کر دی کہ خدا نے اس ماہ ہمیں قرآن کا طالب بنادیا ۔ یہ طالب علمی کا زمانہ ہے اور طالب العلم وہی ہے جو بھوکا ہو ، پیاسا ہو ، راتوں کو جاگتا ہو ، ایک سو ہوکر ایک ہی طرف کار ہے ، توجہ ایک طرف ہوجائے رات کو قرآن تراویح میں پڑھنا اور سننا اور دن کو اس کے سبق اور تعلیم کی لذت میں اس کے قصور میں اور اس پر عمل کرنے میں مستغرق رہنا یہ عملی تربیت ہے ۔ قرآنی تعلیمات کی اس لئے روزہ ہی میں قرآن نازل کیا گیا ۔ " شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن " خداوند کریم نے بیت العزت سے آسمان دنیا میں اسی ماہ قرآن اتارا ۔ " انا انزلناہ فی لیلۃ القدر " پھر بیت العزت سے نزول جو شروع ہوا وہ بھی ایک روایت کے مطابق رمضان ہی میں ہوا تو چاہیئے کہ رات دن تلاوت کا اہتمام کریں ۔ رات کو ایک مرتبہ تراویح میں قرآن سننا سنت ہے اور پھر ہمارے اکابر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ تو ہر دن اور ہر رات ایک ختم فرمایا کرتے ۔ ان حضرات نے رمضان کا کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ ضائع نہیں کیا ۔ اگر تلاوت نہ کرسکیں تو استغفار ، تسبیح اور تحمید اور ذکر تو کرسکتے ہیں ۔ ان امور میں غفلت نہ کریں ۔

حدیث کی تشریح :- حدیث کی تشریح کے لئے تو وقت نہیں رہا ۔ البتہ اس کا ترجمہ عرض ہے ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان میں انتہا کو پہنچ جاتی تھی ۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات فرماتے اور جبرئیل علیہ السلام رمضان شریف کی ہر رات میں آپ سے

ملاقات فرماتے تھے اور قرآن کریم کا دور کرتے تھے ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر کے معاملہ میں چلتی ہواؤں سے زیادہ تیز جاتے تھے ۔

سخاوت اور جود میں فرق :- حدیث شریف میں لفظ جود ہے ۔ سخاوت اور جود میں فرق ہے ۔ سخاوت صرف مال کی تقسیم کا نام ہے اور جود اعطاما ینبغی لمن ینبغی کو کہتے ہیں جو کہ عام ہے ۔ صرف مال دینے پر موقوف نہیں بلکہ جوشئے بھی جس کے لئے مناسب ہو اسے دیدی جائے ۔ بلاامتیاز تمام اشیاء کی تقسیم کا نام جود ہے ۔ مثلاً فقیروں کو اموال تقسیم کرنا تشنگان علوم کے لئے افاضہ علم کرنا ، گم کردہ راہوں کے لئے ہدایت کرنا یعنی ہر کام اپنے محل میں کرنا یہ ہے جود ۔

حضور اکرمؐ کی جود :- تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجود الناس تھے ۔ آپؐ ہر شخص کو وہ چیز عطا فرماتے جو اس کے مناسب حال ہوتی تو جود ایک ملکہ ہے اور سخاوت اس کا اثر ہے اور پیغمبر علیہ السلام اپنے ملکات کے اعتبار سے تمام اہل کمال پر تفوق رکھتے تھے ، پیغمبر کی سخاوت کی بھی نظیر نہیں ۔ بحرین سے ایک لاکھ روپیہ آیا نماز کے بعد سب کو تقسیم کردیا ۔ اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا ۔ ایک دفعہ عصر کی نماز ادا فرماتے ہی جلد حجرہ مبارک تشریف لے گئے اور سونے کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لائے فرمایا یہ ٹکڑا گھر میں تھا میں نے اس لئے جلدی کی کہ پیغمبرؐ کے گھر میں ایسی چیزوں کا رہنا مناسب نہیں ۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں پھولدار گدا بچھا ہوا دیکھا تو فوراً واپس تشریف لے آئے حضرت ام المومنین گھبرا گئیں ۔ عرض کیا کہ حضرت کیوں واپس تشریف لے جارہے ہیں ۔ فرمایا مالی وللدنیا ہمارا دنیا سے کیا تعلق ۔ عرض کیا کہ آپ کے آرام کے لئے یہ تکیہ بنایا تو مالی وللدنیا کہہ کر فوراً تقسیم کردیا ۔ ایک خاتون بڑے اشتیاق سے ایک تہبند لائیں ۔ عرض کیا کہ حضرت آپ اسے پہن لیں ۔ حضور اکرمؐ نے ازراہ شفقت قبول فرمایا اور پہن لیا ۔ ایک صحابیؓ نے دیکھ کر چھوا اور کہا یہ تو بہت عمدہ ہے دیدیجئے ۔ آپ فوراً مکان میں تشریف لے گئے ، پرانا تہبند پہنا اور اس کو تہ کرکے اس صحابیؓ کو عنایت فرمایا ۔ لوگوں نے اس صحابیؓ کو ملامت کی تو صحابیؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے تہبند مانگا کہ اس کا اتصال آپؐ کے بدن مبارک سے ہوچکا ہے تو میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے گا ۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر بہت سے دیہاتیوں نے آگھیرا کہ کچھ عنایت فرمائیے ۔ ہم آپکا مال نہیں مانگتے آپکے باپ کا مال نہیں مانگتے ، اللہ کا مال مانگتے ہیں ۔ آپ ان کی اس گستاخانہ گفتگو سے متاثر نہ ہوئے اور نہ برامانے اور برابر مال دیتے رہے ، حتیٰ کہ اژدحام کی وجہ سے پیچھے ہٹتے ہٹتے کیکر کے درخت میں الجھ گئے فرمایا کہ اگر اس وادی کے خاردار درختوں کی مقدار میں میرے

پاس مویشی ہوتے تو سب کو تقسیم کردیتا ۔ یاد رکھیں کہ اس موقع حنین میں ۲۴ ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور بارہ ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تقسیم کردیئے ۔ یہ ہے آپؐ کے شانِ جود کا ادنیٰ کرشمہ ۔

حضورؐ کا تخلق باخلاق اللہ :- مگر رمضان شریف میں حضورؐ کا جود بہت بڑھ جاتا تھا ، کیونکہ رمضان شریف میں خداوندکریم کا جود لاانتہاء اور بے شمار ہوتا ہے تو " تخلقوا باخلاق اللہ " کی فضیلت بھی پیغمبر علیہ السلام سب سے زیادہ حاصل کرنا چاہتے تھے ۔ جب خداوندکریم کی جود کی رمضان شریف میں یہ حالت کہ " الصوم لی وانا اجزی بہ " اور " من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ " جو شخص رمضان میں ایمان ویقین کے ساتھ جسۃً للہ عبادت کرے تو اس کے سابق گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں پھر اس رمضان میں لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے والوں اور عبادت گزار کو ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ اجر دیتے ہیں تو پیغمبر کا جود بھی حد سے زیادہ ہوجاتا تھا اور جس طرح رب العالمین رمضان میں احسانات اور رحمت کی بارش برساتا ہے تو حضور پرنورؐ اس ماہ مبارک میں جودوکرم زیادہ فرماتے تھے ، خصوصاً اس وقت جب کہ رمضان کی راتوں میں جبریل علیہ السلام آکر قرآن مجید کا دور فرماتے تھے اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کے دور کی وجہ سے علمی و عملی ترقیات ہوا کرتی ہیں اور حضورؐ کے کمالات میں جس قدر ارتقائی کیفیات جلوہ گر ہوتی تھیں ، اسی قدر جود میں بھی ترقی ہوتی تھی ، تاکہ یہ کمالات اپنی ذات تک محدود نہ رہیں بلکہ ساری امت کو اس سے بہرہ اندوز فرماتے تھے تو رمضان شریف میں قرآن مجید کے دور کے وقت ان ہواؤں سے جو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے چھوڑی جاتی ہیں جو زندگی کا مدار ہیں اسے بھی آپ کی جود زیادہ ہوا کرتی تھی ۔ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں ۔ الغرض امت کو بھی چاہئیے جو روحانی اولاد ہے کہ رات کو قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہے اور جودوسخا کی صفت اپنے اندر پیدا کریں تاکہ پیغمبرؐ کے نقش قدم پر چل کر نجات دارین حاصل کریں ۔

(((((واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)))))

نوٹ

مقالہ نگار و مضمون نویس حضرات توجہ فرماویں

ادارہ " الحق " آپ تمام حضرات کو یہ اطلاع دیتا ہے کہ آئندہ اپنی قیمتی نگارشات صاف خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف ہونی چاہئیں ۔ فوٹوسٹیٹ کاپی بالکل ارسال نہ فرماویں ، کیونکہ اکثر اوقات وہی مضمون دوسرے معاصر رسالوں میں بھی چھپا رہتا ہے ۔ چونکہ " الحق " اور دیگر تمام دینی جرائد کا حلقہ ایک ہی ہے اس لئے اس سے نہ صرف قارئین بلکہ رسالہ کی ثقاہت پر بھی برا اثر پڑتا ہے ۔ نیز مضمون " الحق " کے چھ صفحات سے زیادہ نہ ہو ۔ اگر زیادہ ہو تو مضمون کی اہمیت افادیت اور تحقیق کو دیکھ کر شائع کیا جائیگا ۔ (ادارہ)

درس قرآن

درس قرآن حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی نوراللہ مرقدہ

اصلاح معاشرہ کا دارومدار اصلاح قلب پر

علامہ افغانی نوراللہ مرقدہ کے مختلف دروس ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ جو آئندہ "الحق" میں وقفہ وقفہ سے انشاء اللہ شائع ہوتے رہیں گے۔ اپنی حیات مبارکہ میں حضرت علامہؒ "الحق" کیلئے مضامین عنایت فرمایا کرتے تھے۔ موجودہ درس قرآن مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۶۸ء کو آپ کے شاہی مسجد بہاؤلپور میں بعنوان " اصلاح معاشرہ " ارشاد فرمایا تھا۔ جسے مولانا عبدالغنی صاحب نے مرتب کر کے "الحق" کیلئے ارسال فرمایا ہے۔ ادارہ آپ کا اس علمی تعاون پر شکر گزار ہے۔ (ادارہ)

آج کل یہ کہا جاتا ہے کہ اصلاح معاشرہ ہو۔ ہر شخص کے منہ پر یہ الفاظ ہیں اور ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اصلاح معاشرہ ہو۔ لیکن جو تدبیر جدید تعلیم یافتہ یا ہمارے جاہل حکمران بتاتے ہیں وہ علاج غلط ہے۔ جب علاج ہی غلط ہوگا تو مرض کیسے ختم ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ قانون کے ذریعے اصلاح کی جائے اور بعض کہتے ہیں کہ لائبریریوں کے ذریعے اور بعض کہتے ہیں کہ پندونصائح کے ذریعے معاشرہ کی اصلاح کی جائے۔

ایک انجینئیر صاحب جو نیک آدمی ہیں انہوں نے اصلاح معاشرہ پر کچھ اچھی چیزیں لکھی ہیں مگر بنیادی چیز انہوں نے بھی نہیں لکھی جو میں نے انہیں زبانی بتلا دی ہے۔

قانون اصلاح :- اگر قانون کے ذریعے تم معاشرہ درست کرنے لگ گئے تو سب جانتے ہیں کہ معاشرہ کو خراب کرنے کیلئے رشوت ایک زہر ہے اور رشوت کیلئے ایک قانون بھی ہے اور اس پر سخت سزا بھی ہے جیل وغیرہ اور اس کے ختم کرنے کے لیے باقاعدہ ایک محکمہ بھی ہے۔ (خود اس محکمے کا آفیسر بھی اسی رشوت کے معاشرہ کی پیداوار ہے) اگر اسی طرح بتدریج آفسیر پر آفیسر مقرر کیا جائے تو کیا رشوت ختم ہوجائیگی ؟ نہیں ہوگی۔ بلکہ رشوت در رشوت ہوتی چلی جائے گی۔ میں نے پشاور کے اجلاس میں حکومت کو کہا کہ اس طرح رشوت بند نہ ہوگی بلکہ مسلسل ہوجائے گی۔ میں نے کہا رشوت بند کرنا نہ آفیسران صاحبان کا کام ہے اور نہ یہ قانون اور سزا سے بند ہوسکتی ہے۔

رشوت کا انسداد صرف دل بدلنے سے ہوسکتا ہے۔ تو اصلاح قلب ضروری ہے۔ حدیث شریف:
" الاان فی الجسد مضغۃ اذا فسدت فسدالجسد کلہ الاوھی القلب " حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتو سارا جسم درست ہوگا اور جب وہ درست نہ ہو تو سارا جسم درست نہ ہوگا اور وہ ٹکڑا دل ہے۔

ارباب اقتدار کا مرض:- آج کل بڑے بڑے لیڈروں کو اور ارباب اقتدار کو ایک بیماری لاحق ہوگئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ علماء کرام کو کہتے ہیں کہ دین اسلام کو دور حاضر سے فٹ کرو۔ (یعنی یورپی معاشرہ کے مطابق) میں نے کہا کہ ان ارباب اقتدار کی بات سمجھ سے باہر ہوتی ہے۔ اگر فٹ کرنے سے یورپی ہنر مراد ہے تو اسلام کو یورپی ہنر سے فٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ فٹ اسے کیا جاتا ہے جو پہلے فٹ نہ ہو۔ اسلام تو ۱۴ سو سال پہلے فٹ ہے۔ اللہ نے بتلادیا تھا کہ تم فٹ ہوجاؤ دشمن کے مقابلے میں۔ " واعدوالھم مااستطعتم من قوۃ من رباط الخیل " کہ تم قوت اور اپنی تمام ضروریات میں اپنی پوری قوت صرف کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تو شروع سے فرمادیا ہے اسلحہ، غلہ، باربرادری وغیرہ کسی چیز میں بھی تم دشمنوں سے کم نہ ہو بلکہ ان سے کئی گنازیادہ تیاری کرو۔ تاکہ تم اللہ اور اپنے دشمنوں کا پوری طرح دفاع کرسکو۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ (قوۃ) ایک عالمگیر لفظ فرمایا۔ یعنی ہر زمانے کے لحاظ سے ہتھیار بنانے کی پوری صلاحیت حاصل کرنی ہوگی۔ اس کام میں غفلت اور سستی کی معافی نہیں ہوگی۔ تلوار اور گھوڑوں کا زمانہ ہے تو گھوڑے اور تلوار اور اگر بم کا زمانہ ہو تو بم وغیرہ کی صلاحیت رکھنی ہوگی۔ توقوۃ ایک عالمگیر لفظ فرمایا کہ طاقتور بنانے والی سب چیزوں کا جوڑنا بنانا فرض ہے اس میں کوتاہی کرنا مسلمانوں کی بربادی ہوگی اور فرمایا " مااستطعتم" کہ جتنی طاقت ہوسکے اتنی پیدا کرو۔ اگر ایک مسلمان ملک سالانہ ایک سو بم وغیرہ بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس نے سستی اور غفلت کیوجہ سے ایک کم سو بم وغیرہ بنائے تو قیامت کے دن جوابدہ ہوگا۔ اسی طرح دیگر اشیاء بھی جو مجاہدین یعنی (فوج کی ضروریات کی اشیاء) جس میں کپڑا، جوتے، اشیاء خوردنی وغیرہ۔ مثلاً کسان اگر فی ایکڑ چالیس من گندم اوسط نکال سکتا ہے مگر غفلت کی وجہ سے اس نے فی ایکڑ ایک من نکالی تو قیامت میں جوابدہ ہوگا۔ کیونکہ یہ بھی مجاہد کی ضرورت کی چیز ہے۔ اس کے بعد اب بھی تم مولوی کو کہوگے کہ دین کو دور حاضر سے فٹ کرو۔ اگر فٹ کرنے سے مراد یہ ہے کہ نعوذباللہ، اللہ کو یورپ کے شیطان سے فٹ کرو۔ تو قرآن کریم کہتا ہے شراب حرام ہے اور یورپ پیتا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ زنا حرام ہے اور یورپ اسے تفریح قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ سود حرام ہے مگر سود یورپ کی گھٹی ہے۔ قرآن

کریم کہتا ہے کہ خنزیر حرام ہے مگر یورپ کے عوام تو عوام پادری بھی اسے شوق سے کھاتے ہیں۔
تو اب تم کہو مولویو! قرآن کو یورپ کے مزاج سے فٹ کرو۔ سن لو! مولوی ہزار بار تختہ دار پر لٹکنا قبول کرے گا مگر قرآن میں ردوبدل ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ پاکستان کے عیاش ارباب اقتدار کو شرم نہیں آتی کہ تو سامان قوت کی تیاری میں غفلت برتی اور دوسرا گنہگاری چاہتے ہیں۔ اگر گنہگاری آگئی تو اس صورت میں تو پھر بربادی ہی بربادی ہے۔ اگر معاشرے کی اصلاح چاہتے ہو تو وہ صرف قلب بدلنے سے ہوگی اور کوئی صورت نہیں۔

قرآن پاک نے پہلے قلوب سدھارے:- قرآن پاک میں دو قسم کی سورتیں ہیں۔
(۱) مکی (۲) مدنی۔ مکی سورتوں میں صرف دل بدلنے کے احکامات ہیں ان میں ذات الہیٰ، امورالہیٰ اور آخرت کا ذکر ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ وقت مکی زندگی کا تیرہ سالہ دور صرف قلب کے سدھارنے پر صرف ہوا ہے۔ ہجرت کے بعد چونکہ قلوب بدل چکے تھے۔ (سدھر چکے تھے) تو مدنی زندگی کے کم وقت میں انسانی صورت میں اللہ کے فرشتے حضرات صحابہ کرامؓ زمین پر پھر رہے تھے۔ دشمن بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر دل بدل جائے (یعنی قلب سدھر جائے) تو انسان فرشتہ بن جاتا ہے۔

+ کیا تمھارے ملک (پاکستان) میں یہ قانون نہیں بنا ہوا کہ رشوت مت کھاؤ؟
+ کیا اس کی سزائیں مقرر نہیں۔
+ کیا اس کے انسداد کیلئے لاکھوں روپے کے محکمے قائم نہیں؛

تو بتلاؤ رشوت ختم ہوگئی ہے؟ کوئی آفیسر اس لعنت سے بچا ہوا ہے؟
اس سے معلوم ہوا کہ قانون جاری کرنے والے کا قلب سیاہ ہے، بگڑا ہوا ہے۔

بدبختو! ملک اسلام کے نام پر لیا۔ کما بھی اسلام کے نام سے رہے ہو۔ کرسیاں بھی تمھیں اسلام کے نام سے ملیں۔ اقتدار بھی تم اسلام کے نام پر لیتے ہو۔ پھر کام بھی اسلام کے خلاف کرتے ہو؟ کوئی شرم ہے! نصاب تعلیم میں اسلام نام کو نہیں۔ درس قرآن نہ سنتے ہو اور نہ ان بزرگوں کی صحبت میں بیٹھتے ہو بلکہ جو لوگ دیندار ہیں، دین کی خدمت کررہے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہو۔ یہی حالت رہی تو بدبختو خدا سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ اسمبلی کا اجلاس درس قرآن کریم سے شروع ہوتا مگر نہیں۔ بدبختو کھاتے اسلام کے نام پر ہو اور اس کے لئے تمھارے پاس وقت نہیں۔ ہمارے پہلے بھی قرآن سے سدھرے تھے اور اب بھی قرآن ہی سے سدھریں گے۔

احتشام الحق قاسمی صاحب
ریسرچ اسکالر شعبہ عربی اے ایم. یو. علیگڑھ (انڈیا)

خطبات حکیم الاسلامؒ کا اسلامی بیداری میں حصہ

ہر عہد اور ہر دور میں علماء کرام نے عوام کو صحیح اسلامی تعلیمات سے متعارف کرانے اور ان میں اسلامی بیداری پیدا اکرنے کے لیے مستقل کوششیں کیں۔ ان علماء کی حیثیت ایسے مصلحین کی سی تھی جو قوم کی کمزوریوں اور ان میں پیدا ہونے والی خرابیوں پر نظر رکھتے ہیں اور ان کو دور کرکے اپنی قوم کو مکمل انسان بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں علماء نے خواص کے لئے باقاعدہ تعلیم گاہیں قائم کیں۔ ایک لائحہ عمل اور نصاب تیار کیا اور اس کے مطابق محنتیں کیں تاکہ آگے چل کر وہ بھی مصلحین کے روپ میں ابھریں اور عوام کیلئے براہ راست تخاطب کا انداز اپنایا تاکہ ان کی بدنظمی کو اس راہ سے دور کرکے اسلام کی مثالی اور روحانی فضاء قائم کی جاسکے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان دونوں معاملات میں علماء دیوبند اپنی ایک اہم اور امتیازی شان کے حامل ہیں۔ ان لوگوں نے صرف تعلیم گاہیں اور خانقاہیں قائم کرنے ہی کو کافی نہیں سمجھا بلکہ عوام کی اصلاح کے لئے براہ راست ان سے تعلق قائم کیا۔ تقریر وخطابت کے ذریعہ سے ان کو اسلامی روح سے واقف کروایا اور یہاں تک پیش قدمی کی کہ غلط اور مخالف نظریہ کے حامل افراد سے بھی تعلق قائم رکھا اور ان کے اجتماعات میں بھی شرکت کی تاکہ وہاں بھی کوئی اصلاح کی صورت نکل آئے تو اسے اپناکران کو سدھارا جاسکے۔ ہم یہاں پر اپنی صفات کے حامل برگزیدہ بزرگ اور مقبول عام خطیب مولانا قاری محمد طیبؒ (م: ۱۹۸۳ء) کے خطبات کا ادبی اور علمی جائزہ لیں گے اور اس بات کا تجزیہ کریں گے کہ ان کے خطبات نے مسلم سماج کی اصلاح اور ان میں اسلامی بیداری پیدا کرنے میں کس حدتک حصہ لیا۔

قاری طیب صاحبؒ کا شمار دوسرے درجہ کے اکابرین علماء دیوبند میں ہوتا ہے۔ ان کی ساری زندگی دینی علوم اور اسلامی افکار کی اشاعت میں گذری۔ وہ ایک عظیم عالم اور بلندپایہ مقبول عام خطیب تھے۔ ان کی تقاریر نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرون ملک پاکستان، بنگلہ دیش اور افریقہ میں بھی پسند کی جاتی تھیں۔ ان کے خطبات عام طور پر طویل ہوا کرتے تھے۔ نکتہ آفرینی بات میں سے

بات نکالتے چلے جانا موضوع سے متعلقہ شبہات کو دور کرتے ہوئے اس کے ہر پہلو کو واضح کرتے چلے جانا اور قرآن وحدیث ہی کو دلیل بنانا ان کا خاصہ تھا۔ ان کے خطبات میں جوش وخروش اور مدوجزر بالکل نہ ہوتا تھا۔ اپنی علمی ومعنوی اور اصلاحی صفات سے قطع نظر ان کے خطبات اردو زبان وادب کے لئے ایک بیش بہا سرمائے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے خطبات کی زبان بالکل سادہ اور عام فہم ہے جن میں وہ اردو محاورات تراکیب اور خوبصورت تعبیروں کا استعمال اس دلکش انداز میں کرتے ہیں کہ سامعین پر ایک نشہ ساطاری رہتا ہے۔ انکی تقاریر تصنع اور بناوٹ سے بالکل عاری ہیں اور ان میں ایک طرح کا بے ساختہ پن پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی تقاریر باوجود اپنی بے حد طوالت کے سننے والوں میں اکتاہٹ اور گھبراہٹ پیدا نہیں کرتی تھیں۔ اس مقالے میں ہم نے ان کی تقاریر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ جو اعمال کی اصلاح کیلئے کہی گئیں دوسری وہ جو فکری بیماریوں کی اصلاح کے مقصد کے تحت کہی گئیں۔ (اگرچہ یہ دونوں عناصر قاری صاحبؒ کی ہر تقریر میں تقریباً یکساں طور پر پائے جاتے ہیں) پھر ہر حصے میں مختلف موضوعات کے تحت ہم ان کے افکار ونظریات کا جائزہ لیں گے اور آخر میں ان کے خطبات کے ادبی مقام سے بحث کریں گے۔

اعمال کی اصلاح:- قاری صاحبؒ نے عوام میں مروج مختلف عملی خرابیوں کی طرف توجہ دی اور ان کی اصلاح کی کوشش کی مختلف عناوین کے تحت انکے نظریات پیش ہیں۔

اعتدال ومیانہ روی:- کسی بھی دینی، مذہبی اور سماجی غرض ہر قسم کے کام کے لئے اسلام میں میانہ روی اختیار کرنے کا پیغام دیا گیا ہے۔ موجودہ معاشرے میں جو افراط وتفریط نظر آتی ہے اس کا بہت بڑا سبب اس حکم کی عدم تعمیل ہی ہے۔ قاری صاحبؒ کا اس معاملہ میں کہنا ہے: اعمال کے بارے میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا "لاتشددوا فیشددالله علیکم" اعمال میں شدت مت اختیار کرو کہ اللہ بھی تم پر شدت کرنے لگے اور پھر کسی شدت کا مطالبہ ہوا اور نباہ نہ سکو اور گنہگار بنو تو تشدد مت کرو، اطمینان اور درمیانہ چال کے ساتھ عمل کرو۔ حضرت ام سلمہؓ مسجد میں عبادت کیا کرتی تھیں تو ایک رسی چھت میں لٹکا دی تھی۔ آپؐ تشریف لائے فرمایا یہ رسی کیسی ہے۔ عرض کیا گیا ام سلمہؓ عبادت کرتی ہیں۔ جب نیند آنے لگتی ہے تو رسی کا سہارا پکڑتی ہیں تاکہ نیند میں جھونکے نہ کھائیں اور عبادت میں مصروف رہیں۔ فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے۔ جب نیند آئے پڑ کے سو رہو "لاتفریط فی النوم" نیند میں کمی مت کرو جتنی عادت طبعی ہے اسے پورا

کرو ۔ تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اعمال میں اعتدال رکھو ۔ اتنا مت دوڑو کہ آگے جاکے ٹھوکر لگے اور گرجاؤ اور پھر چلنے ہی کے قابل نہ رہو" ۔ (۱)

نکاح اور فضول خرچی :- آج کے اسلامی معاشرے خاص کر ہندوستانی مسلمانوں کے ہندوزدہ سماج میں شادی بیاہ کے معاملات میں جو فضول خرچی اور افراط وتفریط کا مظاہرہ ہے اس نے نکاح جیسے مبارک اور آسان معاملہ کو بھی مشکل ترین بنا کررکھ دیا ہے ۔ کچھ لوگوں نے تو اس کو اپنی شان وشوکت اور نام ونمود کے اظہار کا ذریعہ بنا رکھا ہے ۔ قاری صاحبؒ کا کہنا ہے کہ ایسے نکاح میں قرآن وحدیث کی روسے بالکل برکت نہیں ہوتی اور اس کا اثر ساری زندگی پر پڑتا ہے ۔ کہتے ہیں : نکاح میں برکت کب ہوتی ہے ؟" فرمایا گیا (حدیث شریف میں) جس نکاح میں خرچ کم ہو اس میں برکت زیادہ ہوگی اور جس نکاح میں خرچ زیادہ ہوگا برکت اٹھائی جائیگی ۔ اس لئے کہ خرچ عموماً فخرومباہات کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے کہ برادری میں ناک نہ کٹ جائے ۔ ہم ذرا اونچے سمجھے جائیں اس لئے آدمی حیثیت سے بڑھ کر خرچ زیادہ کرتا ہے اور جسے برادری کہتے ہیں وہ ہر صورت میں ناک کاٹنے ہی کی فکر میں رہتی ہے ۔ کتنا ہی خرچ کرے آدمی کی ناک نہیں رہتی ۔ اس لئے کہ بھائی برادر اسی فکر میں رہتے ہیں کہ ذراسی کمزوری ملے اسے ہی اچھالیتے ہیں ۔ تو جسے ناک کہیں وہ پھر بھی نہیں رہتی ۔ تومایہ بھی کھوئی اور ناک بھی کٹوائی فائدہ کیا ملا ؟ (۲)

مسلمانوں کی بربادی اور فضول خرچی وغلط رسوم :- قاری صاحبؒ کا کہنا ہے کہ بے جا اسراف اور اپنی خوشی وغمی کی غلط رسوم میں اندھادھند خرچ کی وجہ سے ہی مسلمان تباہ وبرباد ہوئے ہیں ۔ ان کا مالیہ کمزور ہوگیا اور دیوالیہ نکل گیا ۔ جب تک ہم اس پر قابو نہ پائیں گے کوئی سلیقہ کا کام کرہی نہیں سکتے ۔ نکاح ہی کے سلسلہ میں فرماتے ہیں ۔ " جو رائج الوقت مہر ہو اس کو باندھ دو کوئی خاص مہر تلاش کرنا یا جہیز کے سلسلے میں بہت زیادہ حدود سے گذرکر خرچ کرنا یہ سب چیزیں غلط ہیں ۔ مسلمانوں کی جائیدادیں اسی میں تباہ ہوئیں یا شادی کی رسوم میں یا غمی کی رسوم میں ۔ مرنے والا مرتا ہے وہ توگیا اس کے بعد اب برادری کے کھانے ہورہے ہیں ۔ چالیس دن کا الگ ہورہا ہے ۔ دس دن کا الگ ہورہا ہے ۔ برسی الگ ہورہی ہے اور چہلم الگ ہورہا ہے ۔ نہیں ہوتا تو قرض لے لے کے کرتے ہیں ۔ تو مسلمانوں کی جائیدادیں برباد ہوئی ہیں ۔ حکومتیں چھین گئیں ۔ شادی کی رسموں میں یا غمی کی رسموں میں ۔ رسوم کی وجہ سے مسلمان تباہ ہوئے اور اب تک بھی ہوش نہیں آتا اسی میں مبتلا ہیں ۔ (۳)

بچوں کی اصلاح سے قبل ماں باپ کی اصلاح :- تقریباً سبھی نیک طینت ماں باپ اس بات کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ ان کی اولاد نیک وصالح اور ان کی فرمانبردار نکلے اور اسلامی شعور سے آراستہ ہو ۔ قاری صاحبؒ کا کہنا ہے کہ یہ مکمل طور پر اسی وقت ممکن ہے جب کہ خود ماں باپ اصلاح شدہ ہوں کیونکہ بچہ بچپن ہی سے نقال ہوتا ہے اور نمونے کے طور پر سب سے پہلے ماں باپ ہی اس کے سامنے ہوتے ہیں اگر وہ نیک اور شائستہ ہوں تو بچہ میں بھی شائستگی پیدا ہوگی اور اگر وہ ہی خراب اور پھوہڑ ہیں تو بچہ بھی بد تہذیب ہی نکلے گا ۔ کہتے ہیں : " یہ فکر آپ کی بجا ہے کہ ہماری نسلیں خراب نہ ہوں ۔ ان میں ایمان باقی رہے..... لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی ضرورت ہے کہ فقط اولاد کی فکر نہ ہونی چاہئیے اپنی بھی تو فکر ہو ۔ جو حرکتیں تمھاری ہوں گی اس کی بچے نقل اتاریں گے ۔ بچے میں بالطبع نقالی کی عادت ہے ۔ آپ نماز پڑھیں گے وہ بھی رکوع سجدے کرنے لگے گا ۔ آپ بولیں گے وہ بھی اسی طرح بولنے کی مشق کرے گا ۔ گالی والی دیں گے تو آپ کو گالی دینے لگے گا ۔ (۴)

سماج کی اصلاح میں عورتوں کا حصہ :- قاری صاحبؒ کا کہنا ہے کہ ماں باپ میں بھی خاص طور پر ماؤں کا پاکیزہ ہونا ازحد ضروری ہے کیونکہ بچہ کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہی ہوتی ہے اور خود شوہر کی اصلاح میں بھی عورت ہی کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے ۔ کہتے ہیں : " سب سے زیادہ ہماری ماؤں ، بہنوں کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی گود کو علم سے بھریں ۔ خود مسائل سیکھیں ۔ بچہ ابتداءً جو کچھ سیکھے گا انہیں سے سیکھے گا ۔ اگر ماں کی زبان پر علم کا چرچا رہے ، بچہ بھی وہی چرچا لے کر کھڑا ہوگا اور اگر ماں کی زبان پر جہالت ہے ، بچہ بھی جہالت لے کر چلے گا ۔ اس لئے ہماری بہنوں کو اپنی وجہ سے اور اپنی نسلوں کی وجہ سے خود بھی بدلنے کی اور اپنی اصلاح کی ضرورت ہے کہ وہ علم کی طرف متوجہ ہوں ۔ اور اگر وہ متوجہ نہ ہوگئیں تو ان مردوں کی مجال ہے کہ متوجہ نہ ہوں ۔ اس واسطے کہ یہ تو ان کے زرخرید غلام ہیں ۔ جتنی شادی اور غمی کی رسمیں ہوتی ہیں جن میں مسلمان تباہ ہوئے جب پوچھا جائے کہ بھئی ! تم عقلمند سمجھدار ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو ؟ تو کہتے ہیں جی عورتیں نہیں مانتیں ۔ گویا عورتیں لیڈر اور حکام ہیں ۔ وہاں سے آرڈر جاری ہوتا ہے اور ان کا فرض ہے کہ یہ تعمیل کریں ۔ یہ غلامی میں گرفتار ہیں ۔ بہرحال یہ ایسے ہی غلام ہیں ۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر عورتیں انہیں خیر پہ لگانا چاہیں تو یہ ضرور لگ کے رہیں گے ۔ (۵)

نصیحت کا طرز کیسا ہو ؟ :- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امت محمدیہ کا خاصہ ہے ۔ لیکن

اس کا بھی ایک سلیقہ اور کچھ آداب ہیں کہ نصیحت محبت اور خلوص کے جذبے سے کی جانی چاہیئے درج ذیل اقتباس اپنی فکری و معنوی اہمیت کے ساتھ ساتھ خاصی دلچسپی کا بھی حامل ہے ۔ کہتے ہیں:

" محبت اور اس جذبے سے نصیحت کی جائے کہ کسی طرح قبول کرلے ۔ بعض اس جذبہ سے نصیحت کرتے ہیں کہ میرا فرض ہے ادا ہوجائے ۔ یہ چاہے جہنم میں جائے یا جنت میں ۔ یہ نصیحت کا طرز نہیں ۔ انبیاء علیھم السلام اس طرح نصیحت کرتے وہ تو یہ چاہتے ہیں جیسے باپ بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ کسی طرح مان جائے ، کبھی لالچ دیتا ہے کبھی گھورتا ہے کبھی مارتا ہے ، پیٹتا ہے ۔ باپ کا یہ جذبہ نہیں ہوتا کہ میں نصیحت کردوں اب چاہے یہ جنت میں جائے یا جہنم میں چاہے بدنام ہو برباد ہو مجھے پرواہ نہیں وہ تو یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح وہ سیدھے راستے پر آجائے ۔ یہی انبیاء کرام کی شان ہے ۔ وہ اپنے کو ذمہ سے بری کرنے کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے نصیحت کرتے ہیں تو کبھی ڈراتے ہیں ، کبھی دنیا کا لالچ اور کبھی آخرت کا لالچ دیتے ہیں کہ کس طرح بندہ مان جائے تو امت اپنے پیغمبر کی قائم مقام ہے اس کا بھی یہی فرض ہے کہ ایک دوسرے کو نصیحت ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے تاکہ امت کا راستہ صحیح ہوجائے ۔ (۶)

مثالی مسلمان بننے کا راز :- قاری صاحبؒ کا کہنا تھا کہ اگر ہم سماج میں قابل نمونہ افراد اور مکمل اسلامی مزاج کے حامل اشخاص تیار کرنا چاہیں تو یہ سیرت محمدی پر عمل کرکے ہی ممکن ہوسکتا ہے ۔ اس بات کو انہوں نے اپنی اکثر تقاریر میں دہرایا ہے کہ سیرت طیبہ ہی ہمارے لئے زندگی گزارنے کا منشور ہونی چاہیئے ۔ فرماتے ہیں :

" آج اگر ہم لوگ اپنے نونہالوں کے لئے سچے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ نہایت اونچے پیمانے کے دیندار اور خدا پرست ہوں جن میں رواداری ، بےقاعدگی ، بداعتقادی اور اصول آزادی نہ ہو ان کی نگاہ خدا پر ہو اور اسی پر بھروسہ اور اعتقاد رکھتے ہوں اور دوسری طرف وہ ملک کے سچے شہری اور متمدن ہوں جن کے حالات و معاملات میں دیانت ، صداقت وراستگوئی وراست بازی ہو شخصی مفاد کے غلبہ کے بجائے قومی اور جماعتی مفاد ان پر غالب ہو ۔ ایک طرف وہ مساجد و مدارس کی زینت ہوں اور دوسری طرف درباروں اور بازاروں کا نظم بھی ان کے ہاتھوں میں فروغ پارہا ہو۔ ایک طرف ان کی خلوت گاہیں یاد الہیٰ سے بھرپور ہوں اور دوسری طرف ان کی جلوتیں اور حکومت کے دفاتر ان کی عدل گستری سے معمور ہوں ۔ ایک طرف وہ اپنے ملک میں خوشحال و خوش مآل ہوں اور دوسری طرف اہل ملک ان کی طرف رجوع ہوکر نہ صرف ان سے عزت مندانہ تعلقات و معاملات

ہی کو اپنی آبرو سمجھیں بلکہ ان کے مثالی معاملات سے بھی درس لیں تو یہ جامع زندگی بجز اس سیرت جامع کی عملی پیروی کے کہیں بھی انہیں دستیاب نہیں ہوگی۔ (۷)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی زندگی کی پیروی کے معاملہ میں بھی قاری صاحبؒ ایک معتدل اور ماحول سے مطابقت رکھنے والی فکر کے حامل تھے۔ ان کی معاشرے کی خرابیوں اور اس کے انحطاط پر مکمل نظر تھی۔ انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ اس ماحول میں ہم عوام سے کس حد تک تقویٰ و پرہیزگاری کی امید رکھ سکتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس معاملہ میں بھی سخت اعتدال کی ضرورت ہے کیوں کہ مکمل طور پر سیرت محمدی پر تو خواص بھی اپنے آپ کو نہ ڈھال سکے اس لئے عوام پر بھی اس پر مکمل عمل کرنے کیلئے زیادہ زور نہیں دینا چاہیئے کیونکہ چیزیں صرف حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ کی ذات کے ساتھ خاص تھیں اور انہی کے پاس اس کے تحمل کی صلاحیت بھی تھی۔ اگر ہم اسے سب پر لاگو کردیں تو بے حد زحمت ہوگی۔ مثال کے طور پر اگر جو کی روٹی اور زیتون کا تیل کھانے اور اسی طرح کے دوسرے مجاہدات کی پیروی کرنے کا پیغام دیا جائے تو عوام اس بات کی متحمل نہ ہوگی۔ اس معاملہ میں قاری صاحبؒ بے حد حقیقت پسندہیں فرماتے ہیں: " اگر آدمی حرام سے بچ جائے، فرائض ادا کرتا رہے یہ اس زمانے کا جنید و شبلی ہے۔ آج کل جنید وشبلی وہ نہیں ہے جو پہلے کا تھا کہ ایک مستحب کا ترک نہ ہو اور ایک مکروہ کاارتکاب نہ ہو۔ آج کا بڑا مقدس وہی ہے جو اپنے فرائض ادا کرتا رہے اور حرام سے بچ جائے۔ بس اس سے زیادہ کوئی کامل نہیں۔ فتن اتنے بڑھ چکے ہیں کہ اس زمانے میں آدمی یوں چاہے کہ میں زندگی صدیقؓ، وفاروقؓ کی طرح گزاروں تو یہ ممکن نہیں نہ زمانے کے حالات ہیں نہ ہمارے اندر طاقت ہے نہ ہمیں حوصلہ کرنا چاہیئے بس حوصلہ یہ ہے کہ شریعت کے دائرے سے باہر نہ نکلے، ناجائز چیزوں کا ارتکاب نہ کرے، جائز چیزوں کی حدود کے اندر رہے۔ مشتبہ اور حرام سے بچ جائے بس اتنا کافی ہے ورنہ انبیاء کی زندگی پر تو اکابر، اولیاء اللہ بھی نہ چل سکے۔ (۸)

فکری واعتقادی بیماریوں کی اصلاح

<u>کفر وشرک</u>:۔ فکری واعتقادی گمراہوں میں سب سے بھیانک گمراہی کفر اور شرک کی ہے۔ اس معاملہ میں ذرا سی لغزش تمام اچھائیوں پر پانی پھیر دینے کے مترادف ہوتی ہے۔ اس کو سمجھاتے ہوئے قاری صاحبؒ فرماتے ہیں: " عبادت نافع اور ضار ہی کی ہوتی ہے۔ اسباب نفع وضرر کی نہیں ہوتی۔ یہی دھوکہ دوسری قوموں کو ہوا تو کوئی سورج کو سجدہ کرنے لگا تو کوئی درخت کو۔ کیونکہ کچھ

نہ کچھ نفع تو ہر چیز میں موجود ہے۔ پس تمام عبادتیں (جانی ومالی ہمہ اقسام) اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہونی چاہئیے۔ نہ غیر اللہ کی نذر ماننی چاہئیے نہ غیر اللہ کو سجدہ کیا جائے اور نہ رکوع کیا جائے۔ البتہ جو چیزیں جائز ہیں ان کی تعظیم جائز ہے۔ حضرت انبیاء کرام علیھم السلام نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔ فرمایا گیا " ان اعبدواللہ واتقوہ واطیعون " یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میری اتباع کرو اور حضرات انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کی شان تو یہ تھی کہ اگر تکلیف ہوتی تو شکوہ بھی اللہ تعالیٰ سے کرتے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام گم ہوگئے تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: " انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ " یعنی میں اپنے غم کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں۔ کیوں کہ ان کو علم تھا کہ یوسف علیہ السلام انہی کی مرضی سے گم ہوئے تھے۔ " (۹)

اولیاء اللہ کی عظمت اور اس معاملہ میں احتیاط :- اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی عزت واحترام ہمارا فرض ہے مگر اس معاملہ میں حدود کو تجاویز کرجانا بے حد بھیانک بھی ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں: " انکی (اولیاء اللہ کی) عظمت واجب ہے۔ گووہ معصوم نہیں مگر خاص مقربین اولیاء اللہ محفوظ ضرور ہوتے ہیں۔ من جانب اللہ انکی حفاظت کی جاتی ہے۔ ان کو من جانب اللہ برائی سے روکا جاتا ہے۔ اگر نفس لے بھی چلے تو اللہ تعالیٰ اس طرف انہیں جانے نہیں دیتے۔ حفاظت خداوندی شامل حال ہوتی ہے۔ مگر اسکے باوجود امکان ہے کہ غلط فہمی ہوجائے۔ امکان ہے کہ عمل غلط ہوجائے اور جب امکان آگیا تو قطعیت نہ رہی اور دین قطعی حکم کا نام ہے۔ ظنی اور امکانی چیز نہیں، اس لئے انبیاء کی حدتک تو بات صحیح ہے کہ انکا جوقول وفعل ہے وہ شریعت بنادیا جائے، لیکن دوسرے لوگوں کے حق میں یہ بات نہیں ہے کہ ان کا ہر قول وفعل شریعت بنادیا جائے " (۱۰)

ترک دنیا کا صحیح مفہوم :- فلسفہ ترک دینا اسلام سے بہت پہلے کی چیز ہے۔ عیسائیت اور ہندوازم اس کے اصل منبع ہیں۔ قاری صاحبؒ کے مطابق اصل ترک دنیا ہے کہ آدمی دن رات محنت کرکے رزق حلال حاصل کرے اور جب دنیا آئے تو اس کا استعمال کرے مگر دل خدا کی محبت سے معمور ہو۔ دنیا کی محبت سے لبریز نہ ہو بس اسی کا نام ترک دنیا ہے۔ اور جہاں تک گوشہ نشینی اختیار کرلینے اور دنیا سے قطع تعلق کرلینے کا معاملہ ہے وہ ترک دنیا میں نہیں آتا۔ فرماتے ہیں:

" اسلام نے لوگوں کو تارک الدنیا بنایا متروک الدنیا نہیں بنایا۔ دنیا پر قابو پاکر پھر اس کو ترک کرو خواہ ہاتھ سے، خواہ قلب سے اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم دولت مند مت بنو اور بھیک منگے بنو۔ مسلمان بھیک منگا اور سائل بننے کیلئے نہیں آیا وہ دنیا کو دینے کے لئے آیا ہے۔ دنیا سے مانگنے کیلئے

نہیں آیا۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا کماؤ "کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ" نیک اور پاک کمائی ہر مسلمان کے اوپر فرض ہے...... ہاتھ پیر کاروبار میں لگے ہوئے اور دل اپنے مالک میں لگا ہو یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ نہ کہ تم دنیا ترک کرکے پہاڑوں میں بیٹھ جاؤ۔ نبی کریمؐ نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر ایک ایک دن کے اندر کئی کئی لاکھ روپیئے اپنے دست مبارک سے تقسیم کئے ہیں تو یہ شان بتلائی گئی ہے کہ دنیا قبضے میں بھی کرو پھر قلب سے ترک کرو اور اگر ملتی نہیں اور کہو ہم تارک الدنیا ہیں۔ تارک الدنیا نہیں متروک الدنیا ہو۔ دنیا نے تمھیں ترک کر رکھا ہے.... وہ تارک الدنیا نہیں کہ دنیا ہاتھ میں نہیں اور للچائی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے اور لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے کہ میں تارک الدنیا ہوں"۔ (۱۱)

اختلاف رائے اور احترام :- قاری صاحبؒ کو معمولی باتوں پر بالعموم عوام کا اور بالخصوص علماء کا آپس میں لڑنا اور تماشا کرنا بالکل پسند نہ تھا۔ اس کے علاوہ وہ مختلف مسالک سے متعلقہ فقہی بحثوں میں ہونے والی ائمہ کی بے عزتی سے بھی سخت نالاں تھے فرماتے ہیں : " حضرات صحابہؓ کے درمیان بھی اختلافات تھے۔ ائمہ مجتہدین میں اجتہادی مسائل میں جو اختلافات ہیں وہ صحابہ کرامؓ میں بھی تھے۔ لیکن باوجود اس کے ادب واحترام اور عظمت و تعظیم میں ذرہ برابر کمی نہ کی۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں جھگڑوں کی وجہ کیلئے مسائل کی خاصیت نہیں ہے بلکہ ہمارے نفسانی جذبات ہیں۔ ہم نے اپنے جذبات کو نکالنے کے لئے مسائل کو آڑ بنا رکھا ہے۔ اگر یہ مسائل کی خاصیت ہوتی تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ لڑتے کیوں کہ انکے پاس بھی اختلاف تھا۔ اس کے بعد ائمہ مجتہدین کے ہاں لاٹھی چلتی پھر علماء ربانیین آپس میں لڑتے۔ مگر اختلاف بھی ہے اور ادب بھی... بہرحال آجکل یہ چیز پیدا ہوگئی ہے بہت گستاخی، جسارت اور جرات ہورہی ہے"۔ (۱۲)

غیروں کے ستم پر شکوہ کرنا :- دوسری اقوام کے مظالم کا شکوہ کرنا کہ فلاں قوم نے اپنی مکاریوں سے ہم پر یہ ستم ڈھایا اور ہماری املاک کو جان ومال کو عزت نفس کو نقصان پہنچایا۔ قاری صاحبؒ کے خیال میں بے حد فضول ہے۔ اپنے بیشتر خطبات میں وہ اس پر طنز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ فرماتے ہیں : " آج مسلمان یہ شکایت کرتے ہیں کہ مجھے فلاں سکھ نے ایزاد پہنچائی فلاں ہندو یا عیسائی نے تکلیف دی۔ میں کہتا ہوں کہ تمام اقوام عالم کی برائیوں کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہے۔ کیونکہ یہ دنیا کہ معلم تھے جب معلم درست ہوں گے تو دوسرے خود بخود درست ہوجاتے ہیں۔ حدیث میں ہے " الاسلام یعلوولایعلی علیہ " اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا لیکن جب اسلام

کے دائرے میں ہی نہ آئیں تو ہم پست ہونگے ورنہ اسلام میں تو پستی نہیں ہے"۔ (۱۳)

نظریہ اشاعت علم دین :- چونکہ قاری صاحبؒ کی ساری زندگی کا تعلق تعلیم و تعلم اور مدارس کے روحانی ماحول سے ہی تھا اس لئے انکی کئی تقاریر مدرسہ، اساتذہ اور طلبہ وعلم دین سے متعلق ہیں۔ قاری صاحبؒ دینی تعلیم کی اشاعت اور عصری تعلیم کے حصول کے معاملہ میں بھی مثالی فکر کے حامل تھے کہتے ہیں: "میں تو کہتا ہوں کہ ہرخاندان اور ہر گھر میں اگر پانچ بچے ہوں تو آپ چار کو دنیوی تعلیم پڑھوائیں اور کم ازکم ایک کو دینی تعلیم کے لئے وقف کردیں.... یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص عالم بنے لیکن ضروریات دین" کا علم حاصل کرنا تو ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ روزمرہ کے دینی اعمال فرائض پنجگانہ، زکوۃ، حج اور روزہ یہ فرائض ہیں ان کا علم ہونا فرض ہے۔ اسی طرح یہ کہ میں مسلمان کیوں ہوں؟ مسلمان ہونے کے کیا معنیٰ ہیں؟ اسلام وایمان کے معنیٰ کیا ہیں؟ نیکی اور اخلاق کے کیا معنیٰ ہیں؟ یہ اجمالی باتیں تو ہر ایک پر فرض ہیں۔ لیکن تفصیلی طور پر عالم بننا یہ ہر ایک پر فرض نہیں ہے۔ یہ تو سو میں ایک بھی بن گیا تو انشاء اللہ وہ سب کی اصلاح کردے گا۔ پانچ سو میں سے ایک ہی ہوجائے تو کافی ہے۔ (۱۴)

عصری تعلیمی ادارے اور انکی مضرت :- عصری تعلیمی اداروں اور ان سے پیدا ہونے والے ماحول کے بارے میں قاری صاحبؒ کا کہنا ہے: "ہم کالجوں اور یونیورسٹیوں کے وجود کے خلاف نہیں بلکہ ان کے لادینی ماحول اورمادہ پرستانہ اخلاقی تربیت کے خلاف ہیں۔ کیوں کہ لادینی اور اخلاقی انار کی محض کالج اور یونیورسٹی یا محض کسی کتاب کے نوشتوں کا اثر نہیں بلکہ معلموں کی ناتربیتی اور پست اخلاقیوں کے ماحول کا اثر ہے اور پھر اس تعلیمی ماحول کے بگڑنے ہی سے پورا معاشرہ بگڑ جاتا ہے۔ اس لئے یونیورسٹیاں مضر نہیں بلکہ ان کا ماحول مضر ہے۔ اگر انہیں یونیورسٹیوں میں مادہ پرستی کے بجائے خداپرستی کے داعی پیدا ہوجائیں اور مادی ڈھانچوں میں روحانی قدروں کا رنگ بھر دیا جائے تو یہی مادہ ایک صالح تمدن کا جنم دہندہ بن سکتا ہے۔ پس ضرورت کالجوں اور یونیورسٹیوں کے مٹانے کی نہیں بلکہ ان کا نظام اور ماحول بدلنے کی ہے۔ (۱۵)

قاری طیب صاحبؒ کے خطبات کی خصوصیات کا تعلق انکے مطالعہ ومشاہدہ، علم وفضل اور ادراک وشعور، غوروفکر اور جذبہ ایمانی کے علاوہ ادب اور فصاحت وبلاغت کے بہت سے پہلوؤں سے ہے اور یہاں بعض اہم خصوصیات کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے خطبات کے موضوعات کا دامن ان کے علم وفضل کی طرح وسیع ہے۔ اس میں قرآنیات، حدیث، فقہ، کلام،

منطق، سماجیات، ادب، اصلاح غرض سبھی موضوعات سمٹ آتے ہیں۔ موضوعات زیر بحث میں وہ جو کچھ بیان فرماتے ہیں وہ وسیع مطالعہ، گہرے مشاہدے، غیر معمولی تدبر اور اسلامی تعلمات کا نچوڑ ہوتا ہے۔

قاری صاحب ؒ کے خطبات میں ایک ایسی دلکش اور دل کشا فضا ملتی ہے کہ سامع کو گھٹن اور بیزاری کا احساس بالکل نہیں ہوتا۔ انکے خطبات طنز وظرافت کی چاشنی بھی لئے ہوئے ہوتے ہیں جو ان کے باوجود طویل ہونے کے مقول ہونے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ ادبی اعتبار سے خطبات حکیم الاسلام اپنی منفرد اہمیت کے حامل ہیں اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ سادہ اسلوب، سادہ زبان اور سادہ ترین بیان میں سلاست وسادگی کا ایک خوبصورت نمونہ پیش کیا گیا ہے وہ سادہ مگر پروقار الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کے خطبات کے جملے بالعموم چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور انکی تراکیب میں سادگی کے ساتھ کہیں کہیں ندرت بھی ملتی ہے۔ عربی وفارسی کے الفاظ کا استعمال بھی کہ وہ ان جیسے دیوبند کے پروردہ شخص کے لئے تقریباً ناگزیر تھا۔ ان کے خطبات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ قاری صاحب نے مسلم سماج سے متعلقہ تقریباً سبھی مسائل پر غور کیا اور ان کی اصلاح کی بھرپور کوشش کی۔ چونکہ انکی عملی زندگی اسلامی تعلیمات کی آئینہ دار تھی۔ انہیں اسلامی اقدار کا پاس تھا۔ انکی حمیت ایمانی مثالی تھی اور ان کا قلب ملت اسلامیہ کی زبوں حالی سے بے چین تھا۔ اس لئے ان کی تقاریر میں ایک عجیب طرح کی تاثیر تھی جو دل ودماغ پر اثر انداز ہو کر سوچنے پر اور سنجیدہ ہونے پر مجبور کرتی تھیں۔ آج بھی جب ہم انکے خطبات کا مطالعہ کرتے ہیں تو قلب وروح کی عجیب حالت ہونے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے بیشتر مقرروں نے انکے انداز خطبات کو ہو بہو اپنایا اور عوام میں مقبولیت حاصل کی۔ اس حساب سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قاری صاحب کے خطبات نے جہاں عوام میں اسلامی روح اور شعوری بیداری پیدا کرنے میں نمایاں حصہ لیا وہیں ان کے ذریعہ سے بہت سے ایسے خطباء بھی تیار ہوئے جنہوں نے ان کو دیکھ کر ان کو سن کر اور ان کو پڑھ کر انکے انداز کواپنایا۔ انکے درداور ان کے جذبہ کو اپنے سینہ میں منتقل کیا اور انہی کے طرز پر عوام کی اصلاح کے لئے سرگرم عمل ہوئے۔ اس اعتبار سے اگر یہ کہا جائے تو بالکل بے جا نہ ہوگا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اصلاح اور ان میں اسلامی بیداری پیدا کرنے میں قاری صاحب ؒ کے خطبات کا بے حد اہم اور نمایاں کردار رہا ہے جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

(((حواشی)))

(۱). خطبات حکیم الاسلام ۔ حکیم الاسلام اکیڈمی ۱۹۸۵ء۔ جلد نمبر ۱ ص ۱۳۶ ۔ ۱۳۵

(۲). خطبات حکیم الاسلام جلد ۲ ص ۴۹۱ ۔ ۴۹۰

(۳). خطبات حکیم الاسلام جلد ۲ ص ۴۹۶

(۴). خطبات حکیم الاسلام جلد ۱ ص ۱۴۸

(۵). خطبات حکیم الاسلام جلد ۴ ص ۱۸۴

(۶). خطبات حکیم الاسلام جلد ۱ ص ۳۶۱

(۷). خطبات حکیم الاسلام جلد۱ ص ۲۸۵ ۔ ۲۵۷

(۸). خطبات حکیم الاسلام جلد۱ ص ۴۷ ۔ ۴۶

(۹). خطبات حکیم الاسلام جلد ۱ ص ۱۷۳ ۔ ۱۷۲

(۱۰). خطبات حکیم الاسلام جلد ۱ ص ۱۴۳

(۱۱). خطبات حکیم الاسلام جلد ۳ ص ۲۲۵ ۔ ۲۲۳

(۱۲). خطبات حکیم الاسلام جلد ۳ ص ۲۸۷ ۔ ۲۸۳

(۱۳). خطبات حکیم الاسلام جلد ۲ ص ۱۷۲

(۱۴). خطبات حکیم الاسلام جلد ۱ ص ۲۴۲

(۱۵). خطبات حکیم الاسلام جلد ۳ ص ۲۱۷

---

* بقیہ صفحہ 38 سے ۱

اس طرح کے انقلاب کو ہم چلا پائیں گے اور کامیابی سے ہمکنار کرسکیں گے؟ میرا جواب ہاں میں ہے ۔ ہمارے پاس تمام آلات اور صلاحیتیں موجود ہیں جن کی بنیاد پر وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اسے کامیاب کرسکتے ہیں ۔ میں اس انقلاب کی دستک سن رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اسے کامیابی سے برپا کیا جاسکتا ہے ۔ کیونکہ پاکستان کی تخلیق کی اصل خواہش ابھی تک زندہ و تابندہ ہے ۔ انقلاب کیلئے میدان ہموار ہوچکا ہے ، ہماری قوم اہلیت وصلابت اور دیانت وصلاحیت سے محروم نہیں ہوئی ۔ اگر ہم اسے صحیح رُخ پر رکھ سکیں تو مجھے یقین ہے کہ پاکستان انقلاب کے پھریرے لہراتا ہوا ۲۱ ویں صدی میں داخل ہوگا ۔ ہم نہ صرف اس سرزمین پر لاالٰہ الااللہ کی حکمرانی کا اعلان کریں گے بلکہ پوری دنیا کو امن ، سلامتی اور خوشحالی کا پیغام دیں گے ۔

لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل صاحب

انقلاب کی دستک

میں نے اپنے گذشتہ مضمون " پاکستان انقلاب کی دہلیز پر " میں کچھ اشارے کئے تھے کہ حالات کس نہج پر جارہے ہیں ۔ یہ مضمون ۲ دسمبر سے قبل ہی شائع ہوگیا تھا ۔ ۲ دسمبر کے بعد کے حالات نے صورتحال کو یکسر بدل کر رکھ دیا جس سے نئے سوالات پیدا ہوئے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا جواب دینا ضروری ہوگیا ہے ۔ آئندہ مضامین میں بھی میری کوشش ہوگی کہ حالات کا ممکنہ حد تک درست تجزیہ پیش کرسکوں ۔ عدلیہ اور انتظامیہ کی جنگ میں حقیقی شکست کسے ہوئی اور کون فاتح رہا ، اس سے بحث نہیں لیکن ایک بات بالکل واضح ہے کہ عدلیہ کا دھڑن تختہ ہوگیا ہے ۔ میں نے اپنے گذشتہ مضمون میں جن خدشات اور امیدوں کا اظہار کیا تھا ، حالات اب اسی سمت میں جارہے ہیں ۔ نصف صدی سے حالات کو جوں کا توں رکھنے والے ادارے نہ صرف اپنی ساکھ کھو بیٹھے ہیں بلکہ اپنی ناکامی کا واضح اعلان کررہے ہیں ۔ تاریخ کے اس رخ کو جاننے کی ضرورت ہے اور اس مرحلے پر پوری قوم کی درست رہنمائی اور مناسب ترین لائحہ عمل تجویز کرنے کی ضرورت ہے ۔ سب سے پہلے ہمیں دیکھنا ہے کہ عدلیہ کی پوزیشن کیا ہے ؟ ۲۰ مارچ ۱۹۹۶ء کو سپریم کورٹ نے جو فیصلہ دیا اس سے عدلیہ کی (ACTIVISM) سامنے آئی ، عدلیہ عظمیٰ نے (SUO MOTO) نوٹس لے کر الجھے ہوئے نظام کو سلجھانے کی کوشش کی ۔ یہ منفی صورتحال کا انتہائی مثبت پہلو تھا اور یوں نظر آنے لگا تھا کہ موجودہ نظام کو پرامن طریقے سے تبدیل کرنے کی صورت پیدا ہوجائے گی ، مگر بعد میں حکومت نے اپنی مصلحتوں کے تحت عدالت سے جنگ چھیڑ دی ۔ یہ معرکہ آگے چل کر شخصی جنگ میں بدل گیا ۔ یہ تاریخ کی چند مثالوں میں سے ایک مثال تھی کہ جب ریاستی ادارے آپس میں ٹکرا گئے ۔ چار سال قبل جب میں نے نرم انقلاب کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کیا تو اس وقت میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ عدلیہ کی فعالیت اتنی سرعت سے رونما ہوجائے گی ۔ یہ بڑی اچھی بات تھی کہ عدلیہ ناانصافی کا شکار قوم کو ریلیف اور قوت دینے کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی ۔ ہمارے یہاں عوام کے حقوق پچاس برس سے معطل تھے اور حکمرانوں نے ملک کے نظریئے یا

عوامی آرزوؤں کو کبھی سرکاری پالیسی کے اندر سمونے یا ریاستی ڈھانچے کو اس کے مطابق ڈھالنے کیلئے کوئی کردار ادا نہیں کیا تھا۔ عدلیہ کی فعالیت سے یہ امید ابھر آئی تھی کہ عوام آئندہ بڑے سے بڑے شخص کے خلاف اپنا مقدمہ پیش کرسکیں گے اور انصاف حاصل کرسکیں گے۔ اس سے یہ امکان بھی پیدا ہورہا تھا کہ عدلیہ اللہ کے قانون کے نفاذ کیلئے کوئی بڑا فیصلہ کرے گی۔ سیکولر جمہوریت کے درمیان فرق کی وضاحت کردے گی۔

پاکستان کو سیکولر جمہوریت کے تحت تو عدل نہیں مل سکتا، نہ ہی اس کیلئے پاکستان بنا تھا۔ اگر اس ملک کو سیکولر جمہوری ریاست ہی بنانا تھا تو پاکستان کی ضرورت ہی کیا تھی؟۔ یہ مقصد تو متحدہ ہندوستان میں رہ کر بھی حاصل کیا جاسکتا تھا۔ قائداعظم نے کہا تھا ہم پاکستان اس لئے چاہتے ہیں تاکہ یہاں اپنے عقائد، نظام اور خواہشات کے مطابق قوانین کا نفاذ کرسکیں۔ عدالت عظمیٰ اس اہم موڑ پر آئین کی شق ۲ الف کی روشنی میں قرآن وسنت کی بالادستی قائم کرکے سیکولر جمہوریت کو ختم کرسکتی تھی۔ آئین کی تشریح کرنا عدلیہ کا کام ہے۔ میرے جیسے لوگوں نے جائز طور پر عدلیہ سے اس کی تشریح کی توقع باندھ رکھی تھی لیکن بعد کے حالات نے بتایا کہ عدالت بھی اس تمام ہنگامے میں پارلیمنٹ اور عدلیہ کی بالادستی کا مسئلہ حل کرنے میں لگی رہی۔ اصل بات سامنے نہیں لاسکی حالانکہ ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ گذشتہ نصف صدی میں ہم نے قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ تو بنالیا لیکن اسے اپنے نظام کا حصہ نہ بناسکے۔ ہمارا نظام اسی طرح عوام دشمن رہا جیسا صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ میں جب " بزم انقلاب" کی بات کرتا تھا تو میری توقع عدلیہ سے ہی ہوتی تھی۔ یہ بہت اچھا موقع تھا کہ عدلیہ قرآن وسنت کو عملاً بالادست بنانے کا اقدام کرتی۔ مثلاً اگر چودھویں ترمیم کا فیصلہ ہی عدلیہ نے کرنا تھا تو آئین کی شق نمبر ۲۲۷ کی روشنی میں کیا جاتا۔ یہ فیصلہ دینا زیادہ آسان تھا کہ قرآن وسنت کی روشنی سے ہٹ کر ملک میں کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ عدالت عظمیٰ اس قانون کی وفاداری کی حدتک تبدیلی درست قرار دیتی مگر اظہار خیال کے حق کو امربالمعروف ونہی عن المنکر کے حکم سے ہم آہنگ قرار دیتی۔ رسول کریمؐ نے " خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے....." فرماکر یہ مسئلہ خود طے فرمادیا ہے۔ اگر ایسا کیا جاتا تو ترمیم شدہ چودھویں ترمیم سے کوئی جھگڑا بھی نہ اٹھتا اور آئین پر قرآن کی اتھارٹی بھی قائم ہوچکی ہوتی، لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا اور عدلیہ کا ادارہ جس سے روشنی کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں، اس کے اوپر انگلیاں اٹھنے لگیں اور اس کی توہین کی گئی۔ یہاں میں یہ وضاحت کردوں کہ عدلیہ کی سب سے زیادہ توہین خود عدلیہ کے اندر سے ہوئی۔ اب توہین عدالت کا سارا تصور ہی ختم ہوکر رہ گیا ہے چنانچہ عدلیہ

موجودہ حالات میں کوئی کردار ادا کرنے کے قابل نہیں رہی ۔ بزم انقلاب کیلئے جو موقع میسر آیا تھا ہم نے وہ ضائع کردیا ۔ کیا عدلیہ عزت و وقار سے محرومی کو مستقل طور پر تسلیم کرلے گی ؟ میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہوگا ۔ آنے والے دن ثابت کریں گے کہ عدلیہ میں قوت مدافعت موجود ہے کیونکہ یہ پرانا اور مضبوط ادارہ ہے ۔ اس کے اندر سے رد عمل ضرور اٹھے گا اور وہ رد عمل چند ہفتوں میں واضح ہوجائے گا ۔ عدلیہ اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے میں شاید کامیاب ہوجائے لیکن ایک مقام شاید کبھی حاصل نہ کر پائے جو عوام کی حاکمیت بحال کرنے کی صورت میں اسے ملا تھا ۔ صدر مملکت کا استعفیٰ بجائے خود کوئی بڑا سانحہ نہیں ، لیکن ہمارا یہ بڑا اور اہم ادارہ بھی اس موقع پر بری طرح بے وقار کیا گیا جس طرح اسے نشانہ بنایا گیا ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آئندہ ملک کا صدر بھی ایک شخص اور ایک گھرانے کے تابع ہوگا ۔ اس کا معیار ، صداقت اور دیانت نہیں ہوگا بلکہ شاید ان کا اوصاف سے محرومی ہی معیار مطلوبہ ٹھہرے ۔ پریس میں ممکنہ صدر کا معیار خدا اور خلق کے بجائے ایک شخص کی وفاداری ہی قرار پاتا ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کا آئینی سربراہ آئین کے بجائے کسی شخص کا وفادار ہو ۔ یہ ریاست کی عزت وتوقیر کی نفی ہے ۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ صدر کو ایک صوبے سے ہونا چاہئیے یا دوسرے صوبے سے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اس قدر علاقائیت اور صوبائیت کے شکار ہوگئے ہیں کہ صدر مملکت کو پرکھنے کے تمام دوسرے معیار پس پشت ڈال دیئے گئے ہیں ۔ بس اعتبار ہے تو صوبے کا ۔

تیسرا ادارہ پارلیمنٹ ہے ۔ پارلیمنٹ لوٹا کریسی اور دیگر بدعنوانیوں کی وجہ سے پہلے ہی بہت بدنام تھی ۔ دیکھنا یہ ہے کہ پارلیمنٹ ان داغوں کو دھو چکی ہے یا ان میں مزید اضافہ ہوگیا ہے ۔ اس دفعہ پارلیمنٹ نے اپنے وفاداری تو نہیں بدلی ۔ لیکن کردار کی بلندی کا ثبوت نہیں دیا ۔ ایک شخص کوقانون کے ہاتھوں سے محفوظ رکھنے کیلئے ایک ایسی جنگ شروع کردی گئی جس سے عدلیہ اور صدر جیسے اداروں کی عزت ختم ہوگئی ۔ اس تنازع میں پارلیمنٹ نے کوئی مثبت کردار ادا نہیں کیا ۔ نہ کوئی عزت کمائی اس میں شبہ نہیں کہ پارلیمنٹ اس مرتبہ غیر معمولی انداز میں اکھٹی رہی ۔ حکومتی پارٹی اور اس کے اتحادی ادھر ادھر نہیں ہوئے ۔ لیکن اس کی وجہ اصول نہیں ۔ بلکہ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ متبادل صورت نہیں تھی ۔ دوسرے احتساب کا خوف تھا ۔ احتساب سے بچنا ان سب کی قدر مشترک تھی ۔ اس سے پہلے اسی پارلیمنٹ نے ممبران کے اثاثوں کا اعلان کرنے کا بل غیر مؤثر کردیا ۔ احتساب کے بل میں بہت سقم تھے اور بہت سے جھول رکھے گئے تھے ۔ اس پر مستزادیہ کہ ابھی تک احتساب کے سلسلے کو یکطرفہ رکھا گیا ، لیکن اس پورے عمل کے تابوت میں

آخری کیل اس وقت ٹھونکی گئی کہ جب عدالت نے اس معاملے کو کریدنے کی کوشش کی تو یہ عدالت کی توانائی چھین لینے کے درپے ہوگئے چنانچہ پارلیمنٹ کے وقار میں اس سے اضافہ نہیں ہوا ، کمی ہی ہوئی ہے ۔ ہماری افسر شاہی ہمیشہ عوام دشمن رہی ہے ۔ جاگیردار اور سرمایہ دار طبقے سے مل کر افسر شاہی نے غریب عوام کو لوٹنے کی ایک انجمن بنا رکھی تھی لیکن اب اس ادارے میں بھی پہلے جیسا دم خم نہیں رہا ۔ یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ اگر حکمرانوں پر کوئی وبال آیا تو پہلے ان کی باری آئے گی ۔ اکھاڑ پچھاڑ سے ان کا باہمی ربط ختم ہوگیا ہے ۔ راتوں رات وفاداریاں تبدیل کرنے کی روایت سے بھی اپنا اعتبار کھو رہے ہیں ۔ اس بات کا کم ہی امکان ہے کہ مستقبل میں یہ اپنی کھوئی ہوئی قوت دوبارہ حاصل کر سکیں ۔ ریاست کا چوتھا ستون پریس ہے ۔ گذشتہ کئی برسوں سے پریس مکمل طور پر آزاد ہے ۔ حالیہ بحران کے موقع پر مخصوص مفادات کے تحت پریس کے بڑے حصے نے قوم کے سامنے سچ اور جھوٹ کو گڈمڈ کرکے پیش کیا ۔ محاذ آرائی کو ختم کرنے کی کوشش کرنے کے بجائے شدید سے شدید تر کردیا گیا ۔ جب قیادت کے پیش نظر ملک وملت کے وسیع تر مقاصد کے بجائے کم تر اور محدود تر مقاصد ہوں تو پریس بھی اعلیٰ مقاصد سے ہٹ جاتا ہے ۔ چنانچہ لاڑکانہ اور لاہور کے وزیراعظم کی بات کی گئی ، صوبائیت اور علاقائیت کا تعصب پھیلایا گیا اور سچ اور جھوٹ کی پہچان مشکل کردی گئی ۔ آج بھی قوم کو یہ بتانے سے گریز کیا جارہا ہے کہ اصل مسئلہ کیا تھا اور اس کا حل کیا تھا ....؟ کون حق پر تھا اور اصل مجرم کون ہے ....؟ یہ بتانے کی زحمت بھی نہیں کی جارہی کہ بحران مصنوعی طور پر حل کرنے کے کیسے خطرناک نتائج ہوسکتے ہیں ....؟

۱۹۹۳ء میں فوج کی فعال غیر جانبداری (ACTIVE NEUTRALITY) سے جو سیاسی انتشار پیدا ہوا وہ ہمارے سامنے ہے ۔ اس سے پہلے ہم فوج کی عسکری فعالیت (مارشل لاء) بھی دیکھ چکے تھے ۔ ۹۳ ء میں فعال غیر جانبداری والی صورت بھی کارگر نہیں ہوئی تھی ۔ اس لئے اس مرتبہ غیر فعال یا مجہول غیر جانبداری (MASSIVE NEUTRALITY) کا تجربہ کیا گیا ۔ شاید ماضی کے تمام ناکام تجربات کے بعد فوج کے پاس یہی واحد راہ بچی تھی مگر یہ طریقہ کار بھی کارگر نہیں ہوا اس کے باوجود فوج کو بھی ہدف تنقید بنایا جارہا ہے ۔ اسی کے باوجود فوج کو بھی ہدف تنقید بنایا جارہا ہے ۔ غیر فعال غیر جانبداری کی خرابی یہ ہے کہ گویا تسلیم کرلیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی متبادل نہیں یا ہمیں صورتحال سے نمٹنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا ۔ یہ سب خطرناک بات ہے کہ فوج جو ملک کی سلامتی کا آخری اور مضبوط ترین حصار ہے ، اس کی افادیت بھی عوام کی نگاہوں میں مشکوک کردی جائے ۔ دراصل خرابی جیسا کہ میں بار بار عرض کرچکا ہوں اس ہلاکت خیز

سسٹم میں ہے جس کی ہلاکت آفرینی اب اپنی آخری حدوں کو چھوڑ رہی ہے اب یہ نظام اپنے اداروں کو نگل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فوج کو اس کے مہلک اثرات سے بچائے۔

موجودہ حکومت کی گذشتہ نو ماہ کی کارکردگی کو سامنے رکھیں تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ پاکستان کے عوام کی خواہشات کے مطابق کچھ نہیں ہوا، چاہے حکومت مختلف امور میں الجھنے کا بہانہ کرے یا ان جھگڑوں کا عذر جو اس نے خود کھڑے کئے ہیں۔ اس لئے کہ حکومت کے سامنے چودہ کروڑ عوام کا ایجنڈا نہیں، امریکی ایجنڈا ہے۔ امریکہ کا ایجنڈا کشمیر کی آزادی کے بجائے جہاد ختم کرنا ہے اور مہنگائی کم کرنا نہیں اس میں اضافہ کرنا ہے۔ گذشتہ دو عشروں میں پاکستان سے افغانستان اور کشمیر کی آزادی دو عظیم جہادی تحریکوں کو فکری غذا ملی..... مجاہدین کو یہاں انصار ملے.... یہاں پر لاکھوں مہاجرین کو پناہ دی گئی اور پاکستان کے ہزاروں نوجوانوں نے عملاً جہاد میں شریک ہوکر پاکستان میں ایک نئے جہادی تمدن کی بنیاد رکھی۔ پاکستان کی مدد سے افغانوں نے دنیا کی ایک سپرپاور کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اب قریب تھا کہ کشمیر بھی آزاد ہوجاتا اور بھارت مجاہدین کے ہاتھوں شکست وریخت سے دوچار ہوتا مگر موجودہ حکومت نے جہاد کے بارے میں ساری سکیم ہی بدل ڈالی اور جہاد دشمن اقدامات کئے ہیں۔ عرب مجاہدین کو جلاوطن کرنے سے لے کر حرکت الانصار پر پابندی تک بنیاد پرستوں کو کرش کرنے سے لے کر دینی مدرسوں پر قدغن لگانے تک... اور کشمیر کے جہاد کو بھارت سے دوستی کے نام پر ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بھارتی صحافی کلدیپ نیر سے میاں نوازشریف نے جو گفتگو کی ہے اور جو مختلف اخبارات میں شائع ہوئی ہے، اس میں انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ انہیں بھارت سے دوستی کا مینڈیٹ دیا گیا ہے۔ پاکستانی عوام کشمیری مسلمانوں کے قاتلوں سے دوستی کا مینڈیٹ کیسے دے سکتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ مینڈیٹ انہیں کہیں اور سے ملا ہے۔ یہ امریکی مینڈیٹ ہے۔ اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ ۳ فروری ۱۹۹۷ء کے انتخابات کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے۔ عوام کے سامنے تو دوسری کوئی راہ ہی نہیں تھی، کیونکہ متبادل قوتوں کی کارکردگی بے حد ناقص رہی تھی۔ نوازشریف نے ہی کامیاب ہونا تھا۔ یہ بات سبھی کو معلوم تھی کہ عوام انتخابی عمل میں دلچسپی کھوبیٹھے تھے لہذا نام نہاد جمہوریت کو جاری رکھنے کیلئے بونس مارکس دیکر کامیاب کرنا واحد ذریعہ تھا۔ حکومت نے اب تک کے اپنے کارناموں میں سب سے زیادہ موٹروے پر فخر کا اظہار کیا ہے لیکن یہ بات حکومت کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ قوم کی تعمیر اور ریاست کی تعمیر میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ ریاست سازی قوم سازی کی متبادل

نہیں بن سکتی ۔ علامہ اقبالؒ نے کہا تھا :

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود — کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

موٹروے ، وزیراعظم سیکرٹریٹ اور چند عمارتیں بنانے سے الجھی ہوئی گرہیں نہیں کھل سکتیں سچ یہ ہے کہ اب تک جتنے کام کئے گئے وہ مصنوعی تھے ، صحیح رخ پر کام نہیں ہوا ۔ قوم کی کھوئی دولت واپس نہیں آئی لیکن عوام کی جیبوں سے قرض اتارو ملک سنوارو کے تحت مزید کروڑوں روپے نکلوالئے گئے ۔ معیشت کی بحالی اور امن وامان کے قیام میں بھی حکومت کی کارکردگی انتہائی غیر تسلی بخش ہے ۔ گذشتہ دور میں غیر ممالک سے بجلی وغیرہ کے جو غیر منصفانہ معاہدے ہوئے اور جن کی منسوخی بھی مینڈیٹ کا حصہ تھی .... قوم سے وعدہ بھی کیا گیا کہ ہم ان معاہدوں کو ختم کردیں گے لیکن ان وعدوں پر عمل نہیں ہوا ۔ پرائیویٹائزیشن کا پورا عمل غیر تسلی بخش ہے ۔ اب نئی بیرونی سرمایہ کاری پالیسی میں تعلیم تک نجی ملکیت میں دی جارہی ہے ۔ غیر ملکی سرمایہ کار آئیں گے اور ہمارے بچوں کو اپنے اداروں میں اپنے نظام تعلیم کے تحت تعلیم دیں گے ۔ یہ تو خطرناک صورتحال ہے ۔ ہمارے پاس تو صرف اپنے نظریئے کی قوت رہ گئی ہے ۔ نظریئے کی باگیں بھی اغیار کے ہاتھوں میں دے دی گئیں تو پھر پاکستان کا وجود خطرے میں پڑجائے گا ۔ بندرگاہیں اور ائیرپورٹ تک پرائیوایٹائز کررہے ہیں ۔ ان کو باہر سے ہی لوگ آکر خریدیں گے ۔ یہ تو ملک کی سلامتی و آزادی گروی رکھنے کے مترادف ہے ۔ افغان جہاد نے اسلام کے احیاء اور امت کی وحدت کے نظریے کو قوت بخشی تھی ۔ اس کے نتیجے میں علاقائی ، لسانی اور نسلی فتنے دب گئے تھے ۔ موجودہ حکومت نے جہاد اور جہادی قوتوں کو کمزور کرکے اور کشمیر ، افغانستان اور ایران کے بارے میں مجہول پالیسی اپناکر ان عصبیتوں کو پھر زندہ کردیا ہے یہ طاقتیں دوبارہ سراٹھارہی ہیں ۔ ہندوستان کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھاکر اور دفاعی بجٹ میں کمی کے شوشے چھوڑنے کے باوجود ہماری معاشی حالت میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں ہوئی ۔ میں نے نجی محفلوں میں ملک کے بجٹ سازوں سے کہا " آپ نے بجٹ تین مفروضوں پر بنایا جو سب غلط ثابت ہوئے ۔ اس بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا ۔ پہلا غلط مفروضہ یہ تھا کہ تجارت پیشہ اور صنعت کار طبقہ ٹیکس ادا کرے گا ، یعنی خواص ٹیکس دیں گے لیکن نیک خواہشات اور اصلاحات کے برعکس اس طبقے نے ٹیکس نہیں دیا چنانچہ محصولات کے ہدف پورے نہیں ہوسکے ۔ دوسرا مفروضہ یہ تھا کہ ہندوستان سے دوستی بڑھاکر اور فوج کی تعداد کے جواز کو کم کرکے ہم فوج کے بجٹ میں کمی بھی کردینگے لیکن ہندوستان سے

جھگڑا کم نہیں ہوا ، بلکہ ہندوستان کی اسلام دشمنی اور مسلم کشی میں مزید شدت آگئی ہے ۔ ہندوستان میں مساجد مسمار کرنے کی نئی لہر اٹھی ہے جو ہندو انتہاپسندی کی قوت کا اظہار ہے ۔ آنے والے انتخابات میں بی جے پی کی کامیابی کے امکانات روشن ترہیں گویا ہندوستان سے دوستی کا مفروضہ بھی غلط ثابت ہوا ۔ تیسرا مفروضہ یہ تھا کہ ہم آئی ایم ایف اور ورلڈبینک کے احکام پر عمل کرتے ہیں تو وہ کمال مہربانی سے ہمارے مسائل حل کرنے میں مدد دیں گے حالانکہ آئی ایم ایف اور ورلڈبینک کے پیش نظر معاشی نہیں سیاسی لہجنڈا ہے جو ایٹمی صلاحیت ، مسئلہ کشمیر اور ہمارے عقیدے اور نظریاتی اساس سے متعلق ہے ۔ عالمی مالیاتی ادارے ہم سے سب کچھ لے کر بھی مطمئن نہیں ہوں گے نہ امریکہ ہی خوش ہوگا گویا .....

ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

کلنٹن نے اپنے ایک حالیہ بیان میں کہا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کو دوطرفہ مذاکرات کے ذریعے مسئلہ کشمیر حل کرنا چاہئیے ۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ دنیا کی یہ سپرپاور چھوٹے سے چھوٹے مسئلے کو بھی اقوام متحدہ میں لے جاتی ہے لیکن مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ سے باہر حل کرنے کی بات کررہی ہے ۔ اس کا مطلب واضح ہے وہ پاکستان کو بھارت کے تابع کرنا اور کشمیر کے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں ۔ منقسم کشمیر سے اپنا وہ حصہ بھی وصول کرنا چاہینگے ۔ ملک کی معاشی صورتحال خرابی کی آخری حد کو چھوچکی ہے ۔ پہلے بحران کی وجہ سے مارکیٹنگ اور سٹاک ایکسچینج میں کمی کا کوئی جواز تھا ۔ لیکن اب جبکہ بحران حل ہوگیا تو کیا آج حکومت مضبوط معاشی اور سیاسی بنیادوں پر کھڑی ہے ۔ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہی ہے ۔ دراصل حکومت کی مستحکم بنیاد اخلاقی جواز پر قائم ہوتی ہے ۔ مینڈیٹ کے ذریعے حکومت ملتی ہے ۔ حکومت کرنے کا جواز کارکردگی سے حاصل ہوتا ہے ۔ ابھی اس بحران سے پردے اٹھیں گے تو معلوم ہوگا وزیراعظم کے اخلاقی جوازکو سخت نقصان پہنچا ہے ۔ ان کا اخلاقی مینڈیٹ ختم ہوگیا ہے ۔ اب وہ محض اس لئے کہ اپنی جگہ پر موجود ہیں کہ قوم کو ان کا متبادل نظر نہیں آرہا یعنی ایک نااہل حکومت کو اس لئے برداشت کیا جارہا ہے کہ وہ نہ ہوئی تو پھر کون ہوگا ؟ ہم اس مقام پر کھڑے ہیں جس کو " نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن " (NO WIN SITUATION) کیا جاتا ہے ۔

حالیہ مصنوعی بحران نے عوام کے اعصاب کو بری طرح متاثر کیا ہے ۔ وہ سمجھنے لگے ہیں کہ حالات نے انہیں بند گلی میں پہنچادیا ہے ۔ بدی کی قوتیں یہی چاہتی تھی کہ مایوسی کے زہر سے پاکستان

کے عوام کی بے مثال قوت اور توانائی قتل کردی جائے ۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم حالات کے سامنے سرانداز ہونے کو تیار ہیں ؟ میرے خیال میں مایوسیوں اور حسرتوں کی کوکھ سے نخل امید پھوٹنے کو ہے ۔ حالات کی ابتری کا انتہا کو پہنچنا ہی اس عظیم انقلاب کا پیش خیمہ بنے گا جس کی طرف میں اپنے مضامین میں اشارہ کرتا رہا ہوں ۔ انقلاب کی شوریدہ سرموجیں دلوں اور روحوں میں امڈ رہی ہیں ۔ مجھے یقین ہے نور ایمان سے سرشار چودہ کروڑ انسان کسی بھی وقت بے قابو ہوکر طوفان میں ڈھل جائیں گے ۔ تاریخ کا سبق بھی یہی ہے کوئی بڑی تبدیلی اس وقت تک نہیں آتی جب تک لوگوں کے دلوں میں نفرت اور شک کی جڑیں مضبوط نہ ہوجائیں ۔ پاکستان میں تمام ادارے ناکام ہوچکے ہیں جو ایک ادارہ بچا ہے اس کا اثر محدود ہے ۔ وہ قوم کی سوچ اور فکر جمود کا شکار ہے ۔ قوم نے ووٹ کی طاقت سے جن لوگوں کو اپنا نجات دہندہ بنایا تھا وہ انہیں بھنور میں ڈال کر خود اس یقین کے ساتھ کنارے پر جابیٹھے ہیں کہ نظام کو کوئی خطرہ نہیں ۔ عوام سے طوفان بننے کی سکت چھین چکی ہے ۔ یہی وہ صورتحال ہے جہاں عوام کی طاقت آخری چارہ کار کے طور پر روبہ عمل آتی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وقت آگیا ہے کہ عوام کی طاقت اپنے ابدی اور حیات آفریں نظریے کی رہنمائی میں اٹھے اور سارا ابہام ختم کردے ۔ ایک بار پھر وہی انقلابی کیفیت پیدا ہوجائے جو قیام پاکستان کے وقت تھی ۔ ملک وقوم کا درد رکھنے والے اہل دانش اور نظریہ پاکستان سے روحانی رشتے رکھنے والے کارکن وکارفرماعناصر اب قوم کے زخموں پر مرہم لگانا چھوڑ دیں .... درد کا احساس شدید تر ہونا چاہئیے تاکہ عوام خود مضطرب ہوکر میدان عمل میں نکل آئیں ۔ اس مسلسل کرب کا ایک ہی علاج ہے کہ ایک بڑے سرجیکل آپریشن کے ذریعے نظام کے پھوڑے سے سارا فاسد مواد نکال دیا جائے ۔ اب محض ادویات کے استعمال سے علاج ممکن نہیں رہا ۔ فوج اور عدالت نے سرجیکل آپریشن کے نام پر جو کچھ کیا وہ ناکام ثابت ہوگیاہے ۔ اب یہ سرجیکل آپریشن صرف عوام کرسکتے ہیں ۔ مگر ضروری ہے کہ ہم افراتفری کے بجائے بہت منظم ہوکر یہ کام کریں ۔ اپنے نظریے پر مضبوطی سے جم کر کھڑے ہوجائیں ۔ عوام کے پاس ایک مکمل انقلاب کی آرزو اور اہلیت موجود ہے ۔ قوم میں انقلابی کیفیت پیدا ہوچکی ہے لیکن اسے مثبت رخ دینا ہوگا کہ کم سے کم نقصان ہو ۔ اس کے بجائے خدانخواستہ ہم خانہ جنگی کا شکار ہوگئے جیسا کہ ہمارے دشمن چاہتے ہیں اور ہمیں غلام بنانے والی استعماری طاقتوں کی خواہش ہے تو عوام کی محرومیاں کسی منفی سمت میں چل پڑیں گی ۔ منفی کوششوں سے اصلاح نہیں ہوگی ، مزید تباہی آئے گی ۔ مزید ہلاکت خیزی ہوگی ۔ مثبت انقلاب میں کس ادارے نے کیا کردار ادا کرنا ہے ، اس پر ہمیں سوچنا ہوگا ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا ——

* بقیہ صـ 30 پر

پروفیسر ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم
گورنمنٹ کالج ، فیصل آباد

قرآن حکیم اور عظمت صحابہ کرامؓ

الحمدللہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

آقائے دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کے تمام پہلو اور زاویے حیرت انگیز اور بے مثل ہیں ۔ ایسا ہی ایک پہلو یگانۂ روزگار اور انوکھا معجزہ بھی ہے ، جو دیگر معجزات پر بھاری ہے ۔ یہ ہے انسانی دلوں اور ذہنوں کی تسخیر .... ۔ انسان کائنات کی سب سے پراسرار ، پیچیدہ اور حیرت انگیز چیز ہے ۔ جسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیک نظر مسخر کرلیا ۔ یہ تسخیر جسموں کی نہیں ، دلوں کی تھی ۔ جس نے ایک بار ذات گرامی کو دیکھا ، دیوانہ ہوگیا ۔ ایک بار سنا ۔ فریفتہ وشیدا ہوگیا ۔ نبی کریمؐ کے فیضان نظر نے ایسا انقلاب برپا کردیا کہ عقل وفکر ، شعور وآگاہی سب یکسر بدل کررہ گئے ۔ ان پاکیزہ نفوس نے نور کے اس نیرو تاباں منارہ سے روشنی لیکر اپنے من میں اجالے کئے ۔ انہیں دیکھا ، سنا تو ہر حرف ، ہر لمحہ اور ہر جنبش کو اسوۂ عمل بنالیا ۔ لمحوں میں ایسا انقلاب برپا ہوا کہ اونٹوں کے چرانے والے دنیا میں تہذیب وتمدن کی شمعیں روشن کرنے لگے ۔ بات بات پر تلوار نکالنے والے ، خون کے دریا بہانے ، صدیوں کی دشمنیاں پالنے والے ، اب سمعنا ، اطعنا ۔ ہم نے سنا اور مان لیا کا اعلان کرنے لگے ، اپنے حسب ونسب پر فخروغرور کرنے ، شان وشوکت پر اترنے والے اس ذات والا تبار پر فداہ ابی وامی .... اپنے ماں باپ قربان کرنے لگے ۔ پتھروں کی طرح سخت دل خوف الٰہی سے معمور ہوگئے ۔ اپنی خاطر مٹنے والے دوسرں کیلئے قربانی وایثار کے خوگر ہوگئے ۔ کفرونفاق کی جگہ صدق وصفا ، خلوص ووفا نے لے لی ۔ حرص وحوص کی بجائے فقروغنا خونریزی اور سفا کی کی بجائے اخوت ومحبت کا چلن ہوا ۔ دنیا کی راحتوں پر مرمٹنے والے آخرت کی نعمتوں کے متمنی اور مشتاق ہوگئے ۔

یقیناً یہ معجزہ ہی تھا ۔ ایک تاابد زندہ وجاوید رہنے والا معجزہ ۔ کہ بیک نظر ، بیک لمحہ اتنا بڑا انقلاب برپا ہوا ۔ کہ چند ہی سالوں میں حجۃ الوداع تک ایک لاکھ چوبیس ہزار سے بھی زائد ایسے پاکیزہ نفوس کی جماعت وجود میں آگئی ۔ جن میں سے ہر ایک کی حیات ۔ ہر ایک کا کردار ۔ سرکار دوجہاں کی حیات مقدسہ کا عکس تھا ۔ اعلیٰ اخلاق ، عفت وپاکبازی ، حق گوئی وبے باکی ۔ دیانت و امانت ، عدل وانصاف ، گفتاروکردار ، توکل واستغناء ، شجاعت واستقامت ، قربانی وایثار ، جاں فروشی و جانثاری کے روشن منارے دشت وچمن میں سحر کرنے لگے ۔ روشنی و ہدایت کے یہ ستارے قیامت تک آنے والوں

کے راہنما اور راہبر قرار پائے۔ انہی کے بارے میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اصحابی کالنجوم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ " بایھم اقتدیتم اھتدیتم " ان میں سے جیسے بھی تم پیشوا بنالو ہدایت پالو گے۔ اپنے صحابہؓ کے بارے نبی کریمؐ نے امت کو تنبیہہ کی۔ اللہ اللہ فی اصحابی۔ میرے اصحاب کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ " لاتتخذوھم من بعدی غرضا " میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے محبت کا معیار میرے اصحابہ سے بھی محبت ہے۔ ان سے نفرت و بغض مجھ سے نفرت و بغض ہے۔ انہیں ایذاء دینا مجھے ایذاء دینے کے مصداق ہے۔ اور مجھے ایذاء دینا اللہ کو ایذاء دینا ہے۔ یہ پاکیزہ نفوس اور مقدس ہستیاں وہ ہیں جنھیں قرآن حکیم نے بڑی عظمت و مرتبت سے نوازا ہے۔ نہ صرف قرآن بلکہ انکا ذکر اپنے آقا و مولا کے ساتھ تورات وانجیل میں بھی بیان ہوا ہے۔ " مثلھم فی التوراۃ والانجیل " قرآن مجید میں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وبلند مرتبت کا جابجا ذکر موجود ہے۔ سورۃ فاطر میں اللہ تعالی نے انہیں اپنے منتخب بندے اور کتاب کے وارث قرار دیکر خصوصی سلام بھیجا۔ " وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ " اور فرمایا!

" اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا " دراصل یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضورؐ کی زبانی دعوت حق سنی تو فوراً اسے قبول کیا۔ اور اسکی خاطر ہر طرح کا ستم اور ظلم سہا۔ قرآن نے خود ان اصحابہ کرامؓ کا قول بیان کیا: " ربنا اننا سمعنا منادیاًینادی للایمان ان آمنو بربکم فآمنا " (آل عمران ۱۹۳) اللہ کریم نے ان کے لئے افضل اور رضا کا اعلان کیا۔ جنہوں نے راہ حق میں اپنے گھر اور مال لٹا دیئے۔ " للفقراء المھاجرین الذین اخرجوامن دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا " (الحشر) قرآن نے انہیں دین حق کی راہ پر " السابقون الاولون " قرار دیا اور فرمایا! " رضی اللہ عنھم ورضواعنہ " کہ اللہ بھی ان سے راضی ہوا، اور یہ بھی اپنے مالک و آقا کی نعمتوں اور عنایات پر راضی ہوگئے۔ اور ان کیلئے جنت کا انعام اور وہاں ہمیشہ قیام کا وعدہ فرمایا اور اسے " الفوزالعظیم " یعنی بڑی کامیابی قرار دیا (توبہ ۱۰۰) قرآن مجید نے ان صحابہ کرام کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا: " رجال صدقوا ماعاھدواللہ علیہ " یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ قرآن نے انہیں خیرامۃ اور "امۃ وسط " قرار دے کر نیکی پھیلانے اور بدی کی بیخ کنی کا منصب سونپا۔ اور یہ بھی فرمایا: کہ قیامت کے روز جب لوگ رسوائی کے خوف سے پریشان ہونگے۔ اللہ انہیں رسوائی سے بچائے گا۔

" یوم لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ " قرآن کریم نے ان اصحاب نبی رضوان اللہ علیھم اجمعین کے مقام و مرتبہ کے علاوہ ان کی صفات بھی بیان فرمائیں۔ جن کیوجہ سے انہیں نبی کی قربت اور اپنے مالک و آقا کی رضا و مغفرت اور اجر عظیم رزق کریم اور فوز عظیم کی بشارتیں عطا ہوئیں۔ قرآن نے انہیں اولئک ھم المؤمنون۔ حقیقی مومن۔ الصادقون۔ سچے لوگ۔ الراشدون۔ ہدایت یافتہ۔ المفلحون۔ فلاح

یافتہ۔ الفائزون۔ کامیاب قرار دیا۔ اس لیے کہ انہوں نے ایمان کو اپنے دلوں میں جگہ دی۔ کفر، فسق اور آقا کی نافرمانی سے قومی و عملی کنارہ کشی اختیار کی۔ یہ لوگ گناہ کبیرہ۔ الفواحش۔ یعنی فحش باتوں اور برے اعمال سے اجتناب کرتے رہے، اور جب غصہ میں ہوتے تو معاف کردیتے۔ " واذاما غضبوھم یغفرون " یہ لوگ اپنی خواہشات اور ضروریات کو قربان کرکے اپنے ساتھیوں کی ضروریات کو ترجیح دینے والے تھے۔ " یوثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (الحشر) محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ساتھی قرآن کی نظر میں رحماء بینھم۔ حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم اور اشداء علی الکفار۔ ترزم حق و باطل میں فولاد۔ یعنی دشمن کیلئے سخت اور دوست کیلئے نرم۔ شب و روز اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز۔ رکعاً سجداً۔ ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا " یبتیون لربھم سجداً وقیاماً " کہ یہ لوگ اپنی راتیں قیام و سجود میں گزارتے ہیں۔ سورۃ السجدہ میں اس بات کو اسطرح بیان کیا گیا کہ " تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً " کہ اپنے رب کے خوف اور مغفرت کی امید میں انکے پہلو بستروں سے علحیدہ رہتے ہیں۔ ان کی ایک صفت " ومما رزقنھم ینفقون " کہ اللہ کے عطاکردہ مال میں سے اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں بھی بیان کی گئی۔ قرآن نے ہدایت کے ان میناروں کی کچھ اور صفات بیان کیں۔ " یمشون علی الارض ھوناً " یہ زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ یعنی فخر و تکبر سے پاک چال اور " اذا انفقوالم یسرفواولم یقتروا " جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی اور اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں۔

اصحاب نبیؐ اپنے رب پر ایمان لائے، اپنے آقا و مولا پر فدا و نثار ہوئے۔ انکے فرمان پر سر تسلیم خم کیا۔ اور انکے ہر قول و عمل کے مطابق اپنی ساری زندگی بدل کررکھ دی۔ اپنے مولا کے حکم پر جان و مال سے جہاد کیا۔ اور راہ خدا میں ہجرت بھی کی۔ یہ وہ لوگ تھے۔ " الذین اذاذکراللہ وجلت قلوبھم " جب اللہ کا ذکر ہوتا تو انکے دل خوف زدہ ہوجاتے۔ " واذاتلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایماناً " اور جب انکے سامنے رب کی آیات تلاوت کی جاتیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ اپنے آقا و مولا کے فرمان کو نہیں ٹالا، نہ لیت و لعل سے کام لیا۔ نہ سوچ بچار میں پڑے اور نہ کسی مصلحت کا شکار ہوئے۔ جونہی اللہ رسول کا حکم پہنچا، رضامعلوم ہوئی۔ اپنا سب کچھ مطیع بنادیا۔ اصحاب نبیؐ کی حیات طیبہ کے یہ نقوش قرآن عظیم کے صفحات پر تاابد روشن رہیں گے۔ اور قیامت تک انسانیت کیلئے راہنما اور ہدایت کا مرکز و منبع رہیں گے۔ امت مسلمہ آج بھی اور ہر دور میں انہی سے ایمان کا نور حاصل کرتی رہے گی۔ مگر محض تذکروں، یادوں اور باتوں سے نہیں۔ اسی طرز حیات، اسی اسوۂ عمل کو اپناکر، انہی مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چل کر۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حافظ راشد الحق حقانی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی خدمت میں پانچ روز

(قسط اول)

حضرت علی میاں مدظلہ سے عشق ولگاؤ تو لاشعوری کے دور سے ہی تھا۔ جب راقم نے سات سال کی عمر میں پہلی مرتبہ دیوبند کے صدسالہ اجلاس میں حضرت کی تقریر سنی (اس تقریب میں حضرت والدصاحب مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے بھی مقالات پیش کئے تھے۔ اگرچہ اس کو ایک عرصہ گزرگیا لیکن دیوبند کے صدسالہ اجلاس کے مناظرو نقوش اور خوش گواریادیں اب تک دل ودماغ پر ثبت ہیں۔ ع مجھے یاد ہے وہ ذرا ذرا ....)

جب شعوروآگہی کی منزلوں سے میں کوسوں دور اور ناآشنا تھا۔ لیکن

؎ اس وقت سے میں تیرا پرستار حسن ہوں دل کو میرے شعور محبت بھی جب نہ تھا

اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور راقم کتاب اور قلم کے قابل ہوا تو حضرت والد صاحب نے حضرت علی میاں کی کتابیں پڑھنے اور مطالعہ کیلئے دیدیں۔ اور پھر میں ان کے خامہ معجزرقم کی گوہرافشانی اور قوت بیانی سے مسحور ہوتا گیا اور دھیرے دھیرے انہی کا ہوگیا۔ خصوصاً والد صاحب نے "تاریخ دعوت وعزیمت" اور "کاروان زندگی" اور استاذی جناب فانی صاحب نے "پرانے چراغ" کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ جب بندہ نے ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو حیرت واستعجاب کی عجیب کیفیات اور جذبات سے دوچار ہوا۔ میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا شیدائی اور پرستار اور روحانی مرید تو تھا ہی لیکن وہ تو ہمارے عہد سے بہت آگے گزرچکے ہیں۔ پھر ہمارے عہد میں آپ جیسی اولوالعزم عظیم شخصیت کا ہونا ہمارے لئے ایک نعمت غیرمترقبہ سے کم نہیں اور خوشی ہوئی کہ کاروان اسلاف کے اصحاب دعوت وعزیمت اب بھی اس وقت موجود ہیں۔ جن کے دم سے ہی علم وعرفان کی شمعیں آج کے تاریک دور میں بھی فروزاں ہیں۔

ع ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

حضرت کا علمی کام اور دینی لٹریچر (جو دنیا کی اکثر بڑی زبانوں میں شائع ہوگیا ہے) اور درجنوں

کتابیں تاریخ کی آواز ہیں جو ہم جیسے تازہ واردان بساط لوح وقلم کیلئے سنگ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔ آپکی روحانی مجلس اور پاک صحبت میں رہ کر یہ ناکارہ وناتواں بھی حضرت کی توجہات روحانی مجالس، مواعظ ونصائح، نکتہ آفرینی اور دعاؤں سے یہ تہی دست اور بے بضاعۃ بھی خوب مالامال ہوگیا۔ اور اب

دل میں سما گئیں ہیں قیامت کی شوخیاں   دوچار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

گذشتہ ماہ اچانک معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ لاہور رابطہ ادب اسلامی کے کانفرنس کے انعقاد کے موقع پر لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن یقین نہیں آرہا تھا کہ حضرت کی عمر اور ضعف اور پھر بے پناہ مصروفیات کے ہوتے ہوئے وہ پاکستان تشریف لا رہے ہیں ۔ بہرحال دل میں جذبات اور عقیدت کا سمندر بے قابو ہونے لگا۔ اور حضرت والد صاحب مدظلہ سے مشورہ کرکے اس خبر کی تصدیق کرنی چاہی۔ تو میزبان حضرات اور کراچی میں حضرت کے رشتہ داروں کے ہاں فون پہ معلوم کیا لیکن کنفرم نہیں ہورہا تھا۔ پھر دہلی میں جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی کے ہاں معلوم کیا۔ وہاں سے بھی کوئی تسلی بخش معلومات نہ ہوسکیں پھر ندوۃ العلماء فون کیا اور حضرت مولانا محمد رابع ندوی مہتمم ندوۃ العلماء سے بات ہوئی تو آپ نے بتایا کہ ممکن ہے ایک دو روز میں حضرت تشریف بشرط صحت لائیں۔ والدصاحب مدظلہ نے حضرت علی میاں مدظلہ سے فون پر بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت اس وقت تشریف فرما نہ تھے دوبارہ آدھے گھنٹے بعد جب فون ملایا تو دوسری جانب سے خود حضرت علی میاں مدظلہ نے فون اٹھایا۔ والدصاحب کا حضرت علی میاں مدظلہ کے ساتھ گذشتہ تیس پینتس برس سے رشتہ اخلاص ومحبت چلا آرہا ہے نے عقیدت ومحبت اور اخلاص کے ڈوبے ہوئے لہجے میں حضرت سے تفصیلی بات کی۔ اور اکوڑہ آنے کی دعوت دی۔ اور حضرت علی مدظلہ سے فرمایا کہ آپ کا ایک عاشق، عقیدت کیش اور نیازمند سلام کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور ریسور میرے ہاتھ میں دیا۔ ادھر میرا حیرانی اور خوف اور حضرت کی شخصیت کے رعب اور دبدبہ اور انکے اونچے مقام کے ہاتھوں ذہن اور زبان ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ اور ایک دو منٹ تک گفتگو کی سعادت حاصل کی۔ اور اکوڑہ خٹک آنے کی دعوت دی۔ حضرت نے فرمایا کہ اکوڑہ تو میں کئی مرتبہ آیا ہوں اور انشاء اللہ اگر حالات اور صحت نے ساتھ دیا۔ تو ضرور دارالعلوم آؤنگا۔ اس کے بعد حضرت والدصاحب مدظلہ کیساتھ لاہور جانے کی تیاریاں شروع کیں اور جوں جوں حضرت کے پاکستان آنے میں وقت کم ہونے لگا ادھر شوق وصال اور تمنائے بے تاب اور بے قراری بڑھتی گئی گویا

وعدہ وصل چوں قریب شود آتش شوق تیز تر گردد

۲۳ کی شام لاہور پہنچ گئے حضرت ایک دن پہلے دہلی سے تشریف لا چکے تھے۔ صبح دو روزہ رابطہ ادب اسلامی عالمی (پاکستان) کے زیر اہتمام الحمراء ہال میں کانفرنس کا افتتاح ہو رہا تھا جس میں دنیا بھر کے ممتاز علماء، دانشور، ادیب، پروفیسرز، شاعر اور صحافی حضرات شرکت کر رہے تھے۔ سابق صدر مملکت فاروق لغاری بھی حضرت مدظلہ کی مجلس کی سعادت حاصل کرنے کیلئے مہمان خصوصی تھے۔ صبح دس بجے الحمراء ہال بھرا ہوا تھا اور مہمان حضرات اپنی نشستوں پر تشریف فرما تھے۔ اور سب کی نگاہیں صدر دروازے پر لگی ہوئی تھیں کہ کب حضرت تشریف لاکر ہال کو عزت اور شرف بخشیں گے۔ چند لمحوں بعد حضرت تشریف لائے اور تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس میں قاری سید صداقت علی نے سورۃ رحمان کی تلاوت بڑے دلنشین انداز میں فرمائی۔ اس کے بعد صدر رابطہ ادب اسلامی پاکستان ڈاکٹر ظہور احمد اظہر وائیس پرنسپل اورینٹیل کالج لاہور نے خطبہ استقبالیہ دیا۔ اس سیمنار کے کامیاب انعقاد اور حضرت علی میاں مدظلہ کی آمد کو یقینی بنانے میں آپ کا اور خصوصاً جامع اشرفیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا فضل رحیم صاحب مدظلہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ انہی کے طفیل حضرت سے ہم جیسوں کو ملنے کا بلکہ ساتھ رہنے کا موقع میسر ہوا۔ خطبہ استقبالیہ کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے دست راست اور قریبی عزیز اور ندوۃ العلماء کے مہتمم جناب مولانا محمد رابع ندوی نے تقریب کے انعقاد اور رابطہ کے بارے میں معلومات کے متعلق اظہار خیال فرمایا۔ پھر حضرت علی میاں مدظلہ کی شخصیت جو کہ اس مبارک مجلس کی شمع محفل تھی کا خطاب تھا۔ اور جس کو سننے کیلئے کان مدتوں سے ترس رہے تھے۔ آج کے دن ہماری خوش قسمتی تھی کہ تصورات اور تخیلات کا ہالہ بدر کامل کی صورت میں ہمارے درمیان نہ صرف موجود تھا بلکہ ہم اس رشد وہدایت کے بدر کامل سے استفادہ بھی کر رہے تھے۔ حضرت کی تقریر سے قبل تقریب کے میزبان جناب ڈاکٹر خورشد الحسن رضوی نے آپ کو خطاب کی دعوت دی لیکن اس سے قبل فارسی کا ایک شعر پڑھا۔ جس پہ ہم جیسے پھڑک اٹھے۔

ہمہ آہوان صحرا سرخود نہادہ برکف بہ امید روز آں کہ بہ شکار خواہی آمد

خطاب شروع ہوا اور الحمراء کے پورے ہال میں خاموشی طاری ہوگئی۔ صرف سینوں میں بے تاب دھڑکنوں کا شور تھا حضرت مدظلہ کا خطاب فی البدیہہ تھا لیکن علم ودانش فکر وآگاہی اور قرآنی استحضار اور حضرت علامہ اقبالؒ کے اشعار کا ایک سمندر تھا جو موجزن تھا اور سامنے بھی تشنگان علم وحکمت تھے۔ جو دیدہ تر، بے تاب دھڑکنوں اور بے چین کانوں سے اپنے اپنے ظرف کے

مطابق استفادہ کر رہے تھے ۔ حضرت مدظلہ نے رابطہ کے اغراض و مقاصد کے بارے میں فرمایا کہ اس وقت عالم اسلام سمیت دنیا بھر میں ایسا بیہودہ لٹریچر ادب کی صورت میں آرہا ہے جس سے عالم اسلام کے نوجوانوں پر بڑا برا اثر پڑ رہا ہے ۔ ضروری ہے کہ اسلامی ذہن رکھنے والے دانشور علماء اور ادیب اس کیلئے تیاری کریں اور مقابلہ میں اچھا اسلامی مفید ادب پیش کریں ۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے لاہور شہر کو خراج تحسین پیش کیا کہ یہ اولیاء ومشایخ علماء اور شعراء کا شہر ہے ۔اور اس شہر کی امتیازی خصوصیت عالم اسلام کے عظیم انقلابی شاعر حضرت علامہ اقبالؒ کا تعلق بھی اسی شہر سے ہے ۔ آپ نے حضرت علامہؒ کے کئی اشعار اپنے خطاب میں والہانہ انداز میں سنائے ۔ آپ کا پسندیدہ شاعر علامہ اقبالؒ ہیں اور آپ نے حضرت اقبالؒ پر کافی ٹھوس اور مفید اور منفرد کام کیا ہے ۔ آپکے خطاب کے بعد چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت جناب میاں محبوب احمد صاحب نے اپنا گراں قدر مقالہ سنایا جس کو سن کر قارئین جھوم اٹھے ۔ آپ نے حرمین شریفین کے سفرنامے جدید چیلنجز کے موضوع پر بہت ہی خوبصورت انداز میں مقالہ سنایا ۔ تقریب کے اختتام پر حضرت والد صاحب مدظلہ نے ان کو خصوصی خراج تحسین پیش کیا ۔ آپ کا مقالہ وسیع مطالعہ اور علم ونظر کا ایک بہترین مصداق تھا ۔ آخر میں صدر مملکت نے بھی خطاب فرمایا ۔ اور اپنے خطاب میں حضرت علی میاں مدظلہ اور رابطہ کے میزبان حضرات کو خراج تحسین پیش کیا ۔ آخر میں علی میاں مدظلہ نے دعا فرمائی ۔ پھر تقریب کے بعد الحمراء ہال نمبر ۳ کی گیلری میں مختلف کتابوں اور حرمین شریفین کے سفرناموں کی نمائش کا افتتاح ہوا ۔ پھر جامعہ اشرفیہ کی جامعہ مسجد میں حضرت کا خطبہ جمعہ تھا جس میں حضرت نے پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو درپیش مسائل کے بارے میں تفصیلی اظہار خیال فرمایا اور خصوصی نصیحت فرمائی کہ رسومات وبدعات اور جہیز کی لعنت سے اجتناب کیا جائے ۔ نماز جمعہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب نے پڑھائی ۔ نماز جمعہ میں سابق صدر فاروق لغاری نے بھی شرکت کی ۔ بعد میں جامعہ اشرفیہ میں مہمانوں کو پر تکلف ظہرانہ دیا گیا ۔ حضرت کو بہت بڑے ہجوم کے درمیان سے حضرت والد صاحب نے سہارا دیکر اپنی رہائش گاہ تک پہنچایا ۔ آپکی میزبانی کا شرف برادرم جناب مولانا اجود صاحب کے حصے میں آیا اور آپ نے پانچ روز میں مہمانوں اور حضرت مدظلہ کا شایان شان انتظام فرمایا ۔ رہائش گاہ پہنچ کر حضرت کافی تھک چکے تھے کہ تھوڑی دیر استراحت فرمائیں ۔ والد صاحب مدظلہ نے اس ناکارہ کا تعارف کرایا حضرت علی میاں مدظلہ نے کافی شفقت ومحبت سے نوازا ۔ اور میں نے انکی ٹانگیں دبانے کی سعادت حاصل کی ۔ والد صاحب نے فرمایا کہ اسکو بھی آپ سے میری طرح عشق ومحبت اور عقیدت

ہے۔ اور کچھ کچھ لکھنے کا شوق بھی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں دوسال قبل آپکی زیارت کے لیے لکھنو آنا چاہتا تھا اور ہندوستان کے ہائی کمشنر مسٹر ایس ۔ کے لامبا نے خصوصی ویزہ کے سلسلے میں کافی تعاون بھی کیا۔ کیونکہ وہ بھی مولانا آزادؒ کے بڑے مداح تھے (درمیان میں حضرت نے پوچھا کہ کیا وہ ہندو تھے میں نے کہا جی ہاں) لیکن حکومت پاکستان نے اجازت نہیں دی اور میں نے حضرت سے کہا کہ کئی مرتبہ آپکو خط لکھنے کی جسارت کرنا چاہی لیکن جرات نہ ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ ضرور مجھے خط لکھیں میں انشاء اللہ جواب دوں گا۔ پھر حضرت سے ان کی کتابوں کے بارے میں بات چیت ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ "تاریخ دعوت وعزیمت" پڑھو۔ میں نے کہا کہ الحمدللہ پڑھ چکا ہوں اسی طرح "کاروان زندگی" کے متعلق فرمایا میں نے عرض کی کہ میں نے "کاروان زندگی" کی ششم جلد پر تبصرہ کیا ہے اور "الحق" کا شمارہ آپکے حضور پیش کیا۔ اسی طرح آپ نے "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر" کا حوالہ دیا۔ میں نے کہا کہ آپکی اس عظیم تصنیف سمیت متعدد کتب سے اپنے سفرنامہ یورپ "ذوق پرواز" میں کافی استفادہ کیا ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت سے اکوڑہ خٹک تشریف لانے کیلئے کہا آپ نے فرمایا کہ میں تو اکوڑہ خٹک بار بار آچکا ہوں۔ اگر صحت نے ساتھ دیا تو انشاء اللہ ضرور آؤں گا۔ حضرت والد صاحب نے اس موقعہ پر آپکو "کاروان زندگی" کا لطیفہ بھی سنایا جو حضرت علی میاں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اسکے بعد کھانے کا اہتمام ہوا اور میں نے حضرت کے ہاتھ دھلوانے کا شرف بھی حاصل کیا۔ کھانے کے دوران حضرت نے نام لیکر مجھے مخاطب کیا اور خصوصی توجہ فرمائی۔ اسکے بعد حضرت والدصاحب اسلام آباد کیلئے روانہ ہوئے اور حضرت سے فرمایا کہ راشد کو آپکے قدموں میں چھوڑ رہا ہوں۔ تاکہ آپکے صحبت میں کچھ وقت گزار سکے۔ شام کو رابطہ کی عامر ہوٹل میں دوسری نشست ہوئی۔ مہمان خصوصی مولانا محمد رابع ندوی صاحب تھے۔ پھر رات کو پی سی ہوٹل میں تیسری نشست ہوئی؛ جسمیں حضرت نے خطاب فرمایا اور اہم شرکاء اور منتظمین کو شیلڈز پیش کیں۔ حضرت مولانا فضل رحیم صاحب نائب صدر رابطہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ دوسرے دن بھی عامر ہوٹل میں سیمینار کی اہم نشستیں ہوئیں۔ حضرت نے لاہور میں اپنے قیام کے تیسرے روز شیرانوالہ میں بھی تقریر فرمائی۔ جسکے لفظ لفظ سے عقیدت ومحبت ٹپک رہی تھی۔ حضرت علی میاں مدظلہ مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے شاگرد بھی رہے ہیں۔ آخر میں مولانا میاں اجمل قادری صاحب نے پرتکلف عشائیہ کا اہتمام فرمایا۔ مولانا اجمل قادری صاحب نے حضرت کا مختلف لوگوں سے تعارف کرایا۔ مجھے بھی بلایا میرا تعارف کرایا۔ حضرت نے مسکراکر فرمایا راشد تین چار روز سے ہمارے ساتھ ہی ہے۔

(جاری ہے)

بسلسلہ پچاس سالہ تقریبات آزادی پاکستان
سلسلہ نمبر ۴

مولانا مفتی عبدالغنی صاحب (بنوں)

جنگ آزادی میں علماء حق کا کردار

(آخری قسط)

مسلمانوں کیساتھ دشمنی کیوجہ سے انگریز بدبخت ان کی خواہش کے مطابق موت بھی پسند نہیں کرتے تھے :-

تحریک کے کئی عظیم رہنماؤں پر مقدمے چلے ۔ انگریز بدبخت کی دشمنی کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کو ان کی خواہش کے مطابق موت بھی پسند نہیں کرتے تھے ۔ اس کا ایک قصہ یہ ہے کہ مولانا محمد یحیٰ علی عظیم آبادی مولانا حمداللہ عظیم آبادی ، مولانا محمد جعفر تھانیسری ، مولانا عبدالرحیم صادق پوری کو پھانسی کی سزا دی گئی ۔ پھر ان کو جزائر انڈمان میں عمرقید کی سزا میں تبدیل کردیا گیا ۔ ۱۸ مئی ۱۸۶۴ء کا دوسرا دن تھا ، انگریز جج ایڈورڈس انبالہ عدالت کی کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے پہلو میں اس کی مددواعانت کیلئے چار افسیرز تھے ۔ جو شہر کے سربرآوردہ ذمہ دار طبقہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ ان کا کام یہ تھا کہ اہم کیس میں ان کو رائے دیں ۔ ان لوگوں کے سامنے گیارہ آدمی کھڑے ہوئے تھے ان پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے انگریزی حکومت کے خلاف سازش تیار کی اور سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے خلفاء وانصار کی امداد روپے پیسے اور رضاکاروں کی صورت میں کرتے رہتے ہیں ۔ جج نے مجاہدین سے کہا کہ تم نے اپنی ذہانت اور علم کو حکومت کا تختہ الٹنے کیلئے استعمال کیا ہے ۔ مجاہدین کے مرکز پر مالی امداد اور رضاکار کا پہونچانے میں تم درمیانی کڑی تھے ، لیکن اس جرم کے باوجود تم برابر اپنے موقف پر اڑے رہے ۔ تم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ تم حکومت کے خیرخواہ اور وفادار ہو ۔ اسلیئے میں تمھارے لئے پھانسی کا فیصلہ کرتا ہوں ۔ تمھاری ساری جائیداد اور املاک بھی بحق سرکار ضبط کی جاتی ہے ۔ پھانسی کے بعد تمھاری نعش تمھارے ورثہ کے حوالے نہ کی جائیگی ، بلکہ بدنصیبوں کے قبرستان میں پوری ذلت کیساتھ دفن کردی جائیگی اور میں تمھیں پھانسی کے تختہ پر لٹکتے ہوئے دیکھ کر بیحد خوش ہونگا ۔ نوجوان محمد جعفر نے سکون اور وقار کیساتھ جج کا یہ فیصلہ سنا اور اسکے اندر کسی قسم کا کوئی تغیرواضطراب ظاہر نہیں

ہوا ۔ محمد جعفرؒ نے کہا ، تمام انسانوں کی جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہی مارتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے ۔ تمھارے ہاتھ میں زندگی ہے نہ موت ۔ ہم میں سے کون موت کا مزہ پہلے چکھے گا یہ کوئی بتا سکتا ہے ؟ جج یہ سن کر غصے سے بے قابو ہوگیا لیکن اس نے اپنے ترکش سے وہ آخری تیر بھی چلا دیا جسکے بعد اس کے پاس کوئی تیر نہ تھا ۔ سزا سننے کے بعد اس کا چہرہ فرط مسرت سے دمکنے لگا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جنت اور اسکے حور و قصور انکے نظر کے سامنے ہوں ۔ انھوں نے یہ شعر پڑھا

لِلّٰہ الحمد کہ آن چیز کہ خاطر می خواست　　　آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

لوگ یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ ہی تھے کہ ایک انگریز آفسر پاوسن آگے بڑھا اور محمد جعفر سے قریب ہوکر کہا کہ میں نے آج تک ایسا منظر نہیں دیکھا تم کو پھانسی کا حکم سنایا گیا ہے اور تم ایسے خوش اور مطمئن ہو ۔ محمد جعفرؒ نے جواب دیا ۔ میں کیوں خوش نہ ہوں اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کر رہا ہے ۔ تم بے چاروں کو اس کا مزہ کیا معلوم ۔ جج نے دوسرے دو ملزموں کو بھی پھانسی کا فیصلہ سنایا ، ان میں ایک سن رسیدہ شخص تھے جن کے چہرے سے صلاح و تقویٰ اور زہد و عبادت کے آثار ظاہر تھے ۔ انھوں نے یہ حکم مسرت اور شکر کے ساتھ سنا ۔ یہ صاحب مولانا یحییٰ علی صادق پوری تھے ۔ جو امیر جماعت بھی تھے ۔ دوسرے ایک نوجوان تھے جو امراء اور بڑے تاجروں کے طبقے سے معلوم ہورہے تھے ۔ اصلاً یہ پنجاب کے رہنے والے تھے ۔ ان کا نام حاجی محمد شفیع تھا ۔ دوسرے آٹھ آدمیوں کو عمر قید کی سزا سنائی گئی ۔ تماشائیوں اور اہل شہر نے بہت رنج و غم کیساتھ یہ فیصلہ سنا ، آنکھیں اشکبار ہوگئیں ۔ جیل کے رستے کے دونوں کنارے پر مرد و عورت جمع تھے اور ان مظلموں کو حسرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے ۔ جب وہ جیل پہنچے تو ان کے عام کپڑے اتار دیئے گئے اور مجرموں کی خاص پوشاک پہنا دی گئی ، ہر تین میں سے ایک شخص کو ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں ڈال دیا گیا ۔ مولانا یحییٰ علی صاحب سورۂ یوسفی پر عمل کرتے ہوئے پہرہ دار سے مخاطب ہوکر کہتے ۔

(ء ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار) اس طرح مولانا یحییٰ علی صاحب نے بہت سے قیدیوں کے دلوں میں توحید اور ایمان کا بیج بو دیا ، بہت سے قیدی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ۔ جیل کے جلاد ان کے سامنے پھانسی کا تختہ اور پھندا تیار کرتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان کیساتھ بلا کسی ادنیٰ خوف یا رنج کے اس نظارہ کو دیکھتے ۔ مولانا یحییٰ علی ان قیدیوں میں سب سے زیادہ خوش نظر آتے تھے اور بڑے شوق و ذوق سے وہ اشعار پڑھتے تھے جو حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تختہ دار پر پڑھے تھے

ولست ابالی حین اقتل مسلماً علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی
وذالک فی ذات الالہ وان یشاء یبارک علی اوصال مشلو ممزع

وہ انگریز جج جس نے تینوں کو پھانسی کا حکم سنایا تھا، اچانک فیصلہ سنانے کے بعد مرگیا۔ انگریز آفیسر پارسن جس نے مولوی محمد جعفر کو گرفتار کیا تھا اور ایک روز ان کو آٹھ بجے صبح سے آٹھ بجے رات تک مارتا رہا تھا پاگل ہوگیا اور اس پاگل پن اور جنون کی حالت میں بہت بری طرح اس کی موت واقع ہوئی اور وہی ہوا جس سے مولوی محمد جعفر لیزی تھا۔ نیسری نے پہلے ہی سے آگاہ کیا تھا۔ جیل میں بہت سے انگریز اور ان کی خواتین بھی آیا کرتی تھیں جو ان قیدیوں کا تماشا دیکھتیں تھیں اور ان کی پریشانی دیکھ کر خوش ہوتیں تھیں، لیکن انگریز ان قیدیوں کے سرور ونشاط کو دیکھ کر سخت حیرت میں پڑتے اور ان سے پوچھتے کہ تم موت کے دروازے پر ہو اور کچھ دن میں تم کو پھانسی ہونے والی ہے تم کو اس کا رنج نہیں ہوتا؟ وہ جواب دیتے تھے کہ یہ شہادت کیوجہ سے ہے جس کے برابر کوئی نعمت اور سعادت نہیں۔ یہ لوگ انگریزی حکام کے پاس جاکر یہ ماجرا بیان کرتے، اس سے ان کے اندر اور غصہ پیدا ہوتا۔ اب اگر وہ ان کو چھوڑدیتے ہیں تو اپنے دشمنوں کو چھوڑتے ہیں جو حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے اور پھر یہی کام کریں گے اور اگر ان کو پھانسی دیتے ہیں تو اس طرح وہ ان کی منہ مانگی مراد دیتے ہیں اور ان کی خوشی ومسرت کا سامانا کرتے ہیں۔ وہ اس مسئلے پر برابر غور کرتے رہے، آخر کار انہوں نے ایک بیچ کا طریقہ دریافت کیا۔ ایک دن انبالہ کا حکم آیا اور ان کو یہ حکم سنایا اے باغیو! چونکہ تم پھانسی کے خواہشمند ہو اور اس کو راہ خدا میں شہادت سمجھتے ہو اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اپنی دلی مراد کو پہنچو اور خوشی سے ہمکنار رہو اس لئے ہم پھانسی کا حکم تبدیل کرکے تم کو جزائر انڈمان میں عمر قید کی سزا دیتے ہیں۔ اب ان لوگوں کی داڑھی اور سر کے بال تراش دیئے گئے۔ مولانا یحیٰ صاحبؒ اکثر اپنی تراشی ہوئی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہتے

ع وفی سبیل اللہ مالقیت

انگریزی جج کے سامنے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کردیا:۔

خالق دینا ہال کراچی میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمدمدنیؒ ایک خونخوار انگریز جج کے سامنے کھڑے ہوئے تھے جس کے قلم کی نوک سے ہزاروں حریت پسندوں کا خون بہایا گیا تھا۔ مولانا مدنیؒ جج کے سامنے طویل بیان دے رہے تھے۔ انہوں نے دوران بیان فرمایا: گورنمنٹ کا منشاء مذہبی آزادی سلب کرنے کا ہے، تو صاف اعلان کیا جائے تاکہ سات کروڑ مسلمان اس بات پر غور کرلیں کہ ان کو مسلمان رہنا منظور ہے یا گورنمنٹ کی رعایا۔ اسی طرح ۲۲ کروڑ ہندو کہ ان کو کیا کرنا

ہے، کیونکہ جب مذہبی آزادی چھینی گئی تو سب کی چھینی جائیگی۔ اگر لارڈ ریڈنگ اس لئے بیٹھے گئے ہیں کہ قرآن پاک کو جلادیں، حدیث کو مٹادیں اور کتب فقہ کو برباد کریں، تو سب سے پہلے اسلام پر اپنی جان قربان کرنے والا میں ہوں۔ آخری جملہ ختم ہی ہوا تھا کہ مولانا محمد علی جوہرؒ نے جزاک اللہ کہہ کر مولانا مدنیؒ کے قدم چوم لئے۔ جب جج نے پوچھا کہ کراچی کانفرنس میں آپ نے کوئی اس قسم کی تجویز پیش کی تھی جس کا تعلق فوج سے ہو۔ مولانا مدنیؒ کے دل میں آزادی اور حدیث کی جو چنگاری سلگ رہی تھی انجام سے بے پرواہ ہوکر بھڑک اٹھی۔ حق گوئی وبے باکی کی شمع جو دوران جگر فروزاں رکھتے تھے ایسا معلوم ہوا جیسا کہ کسی نے دیا سلائی دکھادیا ہو۔ حضرت نے جواب دیا کہ کانفرنس میں تو وہ ایک تجویز تھی، آج عدالت میں اعلان کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ انگریز فوج میں بھرنا، بھرتی کرانا، مشورہ دینا، انگریزی فوج کی مدد (یعنی جنگی قرضے وغیرہ دینا) سب حرام ہیں۔ اس فرعون کے فرمان نے کچھ اس طرح جنم لیا کہ تمھیں پتہ نہیں کہ اس جرم کی سزا موت ہے۔ مولانا مدنیؒ نے فرط جذبات سے اپنی بغل سے ایک چادر نکالی اور کہاہاں مجھے پتہ ہے۔ دیوبند سے جب چلا تھا تو کفن ساتھ لے کر چلا تھا۔

یہ اولو العزم علماء کرام تھے تحریک آزادی کے مایہ ناز اور ملت اسلامیہ کے غیور فرزندان توحید جنہوں نے اپنے آپ کو موت کیلئے پیش کیا مگر انگریزی نظام ماننے کیلئے تیار نہیں تھے۔ ؎

باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم — سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا (اقبال)
گردن نہ جھکی جس کی کسی شاہ کے آگے — جس کے نفس گرم سے مردوں میں جان پڑی
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے — یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

تحریک آزادی میں علماء دیوبند کا کردار:

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے حجاز مقدس تشریف لے گئے اور وہیں سلطنت ترکی کے اکابر خاص طور سے انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ان دونوں سے تحریری دستاویزیں لیں اور انہیں یاغستان پہنچانے کی کوشش کی، تاکہ ترکی حکومت کے نام سے افغان قبائل کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر ابھارا جائے اس کے علاوہ حضرت شیخ الہندؒ خود بھی ایران کے راستے یاغستان پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن اس اثنا میں حالات نے عجیب پلٹا کھایا۔ شریف حسین عرف شریف مکہ والی حجاز نے ترکوں کے خلاف بغاوت کردی اور ساتھ ہی حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کرکے انگریزوں کے حوالے کردیا، جو آپ کو جزیرہ مالٹا میں لے گئے۔

ایک دفعہ حضرت شیخ الہندؒ نے بیرونی حکومتوں سے امداد حاصل کرنے کی غرض سے

اپنے سرگرم شاگرد رشید حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو کابل بھیجنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ حکومت افغانستان کو انگریز کے خلاف نبرد آزما ہونے پر آمادہ کریں اور خود حجاز مقدس میں جانے کا ارادہ کیا تاکہ دولت عثمانیہ سے تحریک کے سلسلہ میں مدد لی جاسکے۔ آپؒ نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو دہلی سے طلب فرمایا اور بناکوئی مفصل پروگرام بتائے ہوئے کابل جانے کا حکم دیا۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کابل جانے کا واقعہ اپنی ذاتی ڈائری میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

۱۹۱۵ء میں شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل گیا، مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا تھا اس لئے میری طبعیت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی، لیکن تعمیل حکم کیلئے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل وکرم سے نکلنے کا راستہ صاف کردیا اور میں افغانستان پہنچ گیا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ کابل جاکر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہندؒ جس جماعت کے نمائندہ تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں موجود ہے۔ ان کو میرے جیسے ایک خادم شیخ الہندؒ کی اشد ضرورت تھی۔ اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہندؒ کے انتخاب پر فخر ہونے لگا۔

الغرض حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے کئی مہینے مختصر مقامات پر قیام کرتے ہوئے خفیہ طریقے سے ۱۰ اگست ۱۹۱۵ء یعنی آزادی ہند سے ٹھیک ۳۲ سال پہلے افغانستان کی سرحد میں داخل ہوکر قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے، جہاں تحریک کے خفیہ ممبران آپ کی آمد کے شدت سے منتظر تھے اور وہاں پہنچ کر آپ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہوگئے۔ ادھر شیخ الہندؒ کی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر حکومت ہند آپکو گرفتار کرانے کا مکمل ارادہ کرچکی تھی، جس کی اطلاع ڈاکٹر انصاریؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کو دے دی تھی۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ پہلی فرصت میں برطانوی حکمرو سے نکل جانا چاہتے تھے۔ اتفاق سے حج کا زمانہ قریب تھا موقع کو مناسب سمجھ کر حضرت شیخ الہندؒ نے حج کے بہانے سے سفر حجاز کا قصد فرمالیا۔ ڈاکٹر انصاریؒ نے خود ہی مصارف اداکردیئے اور حضرت شیخ الہندؒ اپنے جانثار خادموں مولانا عزیر گلؒ، مولانا محمد میاںؒ، منصورانصاریؒ وغیرہ کے ساتھ حجاز مقدس کیلئے روانہ ہوگئے اور ۹ اکتوبر ۱۹۱۰ء میں آپ بخیر وعافیت مکہ پہنچ گئے۔ دوران سفر حکومت نے آپ کو گرفتار کرنے کی پوری کوشش کی لیکن آپ آگے آگے رہے اور گرفتاری کا وارنٹ پیچھے پیچھے۔

انگریزی سامراج سے بغاوت کرنے والے کون تھے؟:-

(ہنری ہیرنگٹن طامس) نے اپنے رسالہ (ہندوستان میں گذشتہ بغاوت اور ہماری آئندہ پالیسی) میں صاف لکھا ہے۔ میں نے پہلے ہی بیان کیا ہے کہ غدر ۱۸۵۷ء کے بانی اور اصل محرک ہندو نہ تھے اور اب میں دیکھانے کی کوشش کرونگا کہ یہ غدر مسلمانوں کی سازش کا نتیجہ تھا۔ ہندو

اگر اپنی مرضی اور ذرائع تک محدود ہوں تو وہ کسی ایسی سازش میں شرکت نہ کر سکتے تھے اور نہ کرنا چاہتے تھے ۔ وہ مسلمان خلیفہ اول کے وقت سے موجودہ زمانہ تک یکسانیت کے ساتھ مغرور ظالم رہے ہیں ۔ ہمیشہ ان کا مقصد یہ رہا ہے کہ جس ذریعہ سے بھی ہوا اسلامی حکومت قائم ہو ، اور عیسائیوں کیساتھ نفرت کے خیالاتی نشوونما ہو ۔ مسلمان ایسی گورنمنٹ کے جس کا مذہب دوسرا ہو اچھی رعایا نہیں ہوسکتے ۔ اس لئے کہ احکام قرآن کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں ۔ آخر میں لکھتا ہے "کہ اس قسم کے بہت سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں جن کا فیصلہ یہی ہوگا کہ اب انگریزی تعلیم کا مقصد قرار دیا گیا کہ (الف) برطانوی شہنشاہیت کیلئے وفادار کاسہ لیس پیدا کئے جائیں ۔ (ب) چونکہ احکام قرآن کی موجودگی میں برطانوی شہنشاہیت سے وفاداری ممکن نہیں ۔ لہذا مسلمانوں کو مذہب سے ناآشنا بنایا جائے ۔ (ج) انصاب تعلیم ایسا ہو کہ پڑھنے والے برطانوی شہنشاہیت کیلئے ایماندار غلام بن جائیں ۔ یعنی احترام مذہب ، احساس وطن ، احترام علماء اور باہمی رواداری سے محروم کر دیئے جائیں ۔ آپس میں تفرقے بڑھیں ، ہندو مسلم منازعت پیدا ہو اور تفرقہ ڈالو حکومت کرو کی پالیسی کامیاب ہو" ۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبا نے یونیورسٹی کا بائیکاٹ کیا اور دوسری یونیورسٹی مسلم نیشنل یونیورسٹی قائم کرنا چاہی ۔ حضرت شیخ الہندؒ کو صدارت کیلئے منتخب کیا ۔ حضرت شیخ الہندؒ کی بیماری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ کروٹ بدلنے میں بھی دشواری ہوئی تھی ۔ لیکن حضرت شیخ الہندؒ باوجود سخت بیماری کے دعوت قبول کرلی اور فرمایا اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسہ میں ضرور شریک ہونگا ۔ چنانچہ پالکی میں لٹاکر حضرت شیخ الہندؒ کو دیوبند کے اسٹیشن پر لے گئے ۔ دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ۔ حضرت شیخ الہندؒ کا خطبہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا ۔

(۱) میں اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ اپنی ایک گم شدہ متاع کو یہاں پائے گا ۔ امیدوار ہوں بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکراللہ کی روشنی جھلک رہی ہے ۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف وہراس طاری ہوجاتا ہے ۔ خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب وضرب کا ۔ پھر یونیورسٹی کے طالب علموں سے مخاطب ہوکر فرمایا ۔ اے نونہالان وطن جب میں نے دیکھا کہ میرے پاس اس دور کے غمخوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں ۔ مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں

میں زیادہ ہیں تو میں اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا۔چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔ آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہونگے کہ میرے بزرگوں نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ہاں یہ بے شک کہا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں۔یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور اپنے مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی عظیم تعلیم پانے سے ایک مسلمان کیلئے جاہل رہنا اچھا ہے۔اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ہماری قوم کے سربرآوردہ لیڈروں نے سچ تو یہ ہے کہ امت اسلامیہ کی ایک بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا بلاشبہ مسلمانوں کی درس گاہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اگر طلباء اپنے مذہب کے اصول وفروغ سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کردیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنی قوموں کی حمیت نہایت ادنیٰ درجہ رہ جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درسگاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے۔ اس لئے اعلان کیا گیا ہے کہ ایسی آزاد یونیورسٹی کا افتتاح کیا جائے جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کی اثر سے بالکل علیحدہ ہو اور جس کا تمام تر نظام عمل اسلامی خصائل اور قومی محسوسات پر مبنی ہو۔

ایسے درویش صفت رہنماؤں کیوجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرنگی سامراج سے ہندوستانی قوم کو نجات بخشی۔ اگر ان جیسے مدبر سیاستدان، مجاہدین اور اولوالعزم ہستیاں نہ ہوتیں تو شاید ہندوستان آزاد نہ ہوتا۔ہندوؤں اور سکھوں سے اتحاد کرنا پڑا، انگریزوں اور ان کے حواریوں نے ان پر کفر کے فتوے لگائے۔ ان کے خلاف سازشیں کی گئیں، مگر اس کے باوجود ان کے حوصلے بلند رہے۔ مجاہد جلیل، مجدد ملت، شیخ الہند ثانی مولانا حسین احمدمدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا سب سے پہلا فرض انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا ہے اور فرمایا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کیلئے اگر ہمیں کتوں سے بھی صلح کرنی پڑے تو ہم اس سے بھی دریغ نہ کریں گے۔

(مراجع)

(۱) علماء ھند کا شاندار ماضی (۲) نقش حیات (۳) روداد برصغیر (۴) آزادی کی ایک تاریخ ساز دستاویز (۵) ایشیا کے عظیم انقلابی لیڈر (۶) جب ایمان کی بہار آئی (۷) ترجمان اسلام (۸) کابل میں سات سال (۹) عزم نو (۱۰) حدیث پاکستان۔

جناب ڈاکٹر نوشاد خان صاحب
چیئرمین شعبہ پاکستان سٹڈیز اسلامیہ کالج پشاور

مولانا سیف الرحمنؒ ــــ جنگ آزادی کا ایک گمنام سپاہی

ہماری آزادی کی تاریخ اس بحر بیکراں کی مانند ہے جس کی تہہ گوہر نایاب سے بھری پڑی ہے۔ زیر نظر مقالہ جنگ آزادی کے ایک ایسے ہی گمنام مگر ناقابل فراموش سپاہی کی زندگی اور کارناموں سے متعلق ہے جنہوں نے اپنی پوری زندگی مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے حصول کے لیے وقف کررکھی تھی۔ مولانا سیف الرحمن ۱۸۴۰ء میں حاجی غلام جان ولد حاجی مومن خان کے گھر بمقام متھرانو دوآبہ پشاور میں پیدا ہوئے۔ (۱) آپ کے آباؤاجداد کا تعلق درانی پشتونوں کے مشہور قبیلے الکوزئی سے تھا۔ جو ارغنداب (افغانستان میں قندھار کا ایک ضلع) سے ترک وطن کرکے پشاور منتقل ہوگئے تھے۔ عبدالغنی خان جو اس قبیلے کے بڑے سردار تھے کہ بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بانی افغانستان احمد شاہ ابدالی کے دور میں بہت ہی نمایاں اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ (۲) مولانا سیف الرحمن نے اپنی ابتدائی تعلیم علاقہ پشاور میں مختلف علمائے کرام سے حاصل کی۔ ان میں ملا صاحب صریخ اور مولانا صاحب زروبی کے نام قابل ذکر ہیں۔ (۳) ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا صاحب تفسیر قرآن اور دورہ احادیث کی تعلیم کرنے کیلئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ چند سال کے محنت شاقہ کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے آپ کو سند خلافت سے سرفراز کیا۔ (۴) تمام علوم درسی کی تکمیل کے بعد مولانا سیف الرحمن صاحب نے اپنی تمام تر توجہ درس وتدریس کی طرف مبذول کی۔ ھند کے بعض مشہور مقامات مثلاً ریاست ٹونک، شاہجہان پور اور پانی پت میں آپ نے مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ آخر میں فتحپوری دہلی میں آپ کو صدر مدرس کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔ (۵) یہاں دھلی میں قیام کے دوران جمعیت العلماء اور دارالعلوم کابل کے مشہور افغانی علمائے کرام نے مولانا صاحب سے استفادہ کیا، ان میں مولانا صاحب یار محمد وردگی، مولوی عبدالملک صاحب سکوزری، مولوی حفیظ اللہ صاحب لوگری، مولوی پائندہ صاحب پنجشیری اور مولانا زاہد صاحب لغمانی کے نام قابل ذکر ہیں۔ (۶)

پہلی جنگ عظیم کے دوسرے سال حکومت انگلسیہ نے مختلف حربوں سے کام لیتے ہوئے

ہند کے بعض علماء سے ایسے فتوے حاصل کئے جن میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ انگریزوں اور ترکوں کے درمیان جاری جنگ ایک علاقائی جنگ ہے اور یہ ہندی مسلمانوں کے لئے کسی بھی لحاظ سے جہاد یا مذہبی جنگ نہیں ہے۔ یہ علمائے کرام کا وہ گروہ تھا جو برطانوی ہند کو دارالاسلام سمجھتے تھے۔ (۷) مولانا سیف الرحمن صاحب کا شمار ان علماء کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے اس اہم اور نازک موقعہ پر انگریزوں کا آلہ کار بننے سے صاف انکار کردیا۔ مزید براں مولانا صاحب ببانگ دھل حق کا اعلان کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کہ مذکورہ جنگ ایک علاقائی جنگ نہیں ہے بلکہ یہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے ایک مذہبی جنگ اور جہاد ہے۔ (۸) اس اعلان حق کے بعد دہلی میں مقیم مسلم زعماء حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری اور چند دیگر احباب سے صلاح لینے کے بعد مولانا صاحب شیخ الہند مولانا محمودالحسن کے ساتھ مشاورت کے لئے عازم دیوبند ہوئے۔ دیوبند میں شیخ الہند کے ساتھ مشورے کے بعد مولانا صاحب پشاور کیلئے روانہ ہوئے۔ سرحد پہنچنے کے بعد مولانا سیف الرحمن یہاں کے عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی سے ساتھ جاملے۔ دونوں مجاہدین کے باہمی مشورے اور گفت وشنید کے بعد یہ طے پایا کہ آزاد قبائل کی طرف ہجرت کی جائے (۹)۔ تاکہ برطانوی استعمار کے خلاف باقاعدہ اور عملی جہاد کا آغاز کیا جائے۔ نتیجے کے طور پر ایک شب ایک بہت بڑا قافلہ جس میں تقریباً ہر شعبہ زندگی سے لوگ شامل تھے حاجی ترنگزئی کی قیادت میں علاقہ غیر کوچ کرگیا۔ اور پہلے پڑاو کے طور پر بونیر میں مجاہدین نے قیام کیا۔ آزاد علاقے کے لوگوں نے حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا والہانہ استقبال کیا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور مولانا سیف الرحمن صاحب کی کوششوں سے علاقہ گدون کے جملہ لوگ انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تقریباً تین مہینے تک انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ (۱۰) اس کاروائی کے نتیجے میں انگریزوں کو نہ صرف اندرونی ملک بلکہ بیرونی محاذ پر بھی سخت نقصانات اٹھانا پڑے۔ بقول مولانا سعید الرحمن صاحب قط العمارۃ (جنوبی عراق میں ترکی کی سنجاق کا صدر مقام تھا(۱۱) بونیر کے جہاد کی وجہ سے انگریزوں کے ہاتھوں سے نکل گیا اور ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک ہزار انگریزی فوج کے سپاہ نے ترکوں کے سامنے ہتھیار ڈالا ہے۔ (۱۲) اس وقت کے انگریز سی آئی ڈی کی ایک رپورٹ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ:

" مولانا سیف الرحمن حاجی ترنگزئی کے سیکرٹری ہیں۔ اور یہ شخص (مولانا صاحب) ہمیشہ حاجی کو اس پر امادہ کرنے میں کامیاب رہا ہے کہ وہ آزاد قبائل کو انگریزوں کے خلاف اکسائے لہذا ۱۹۱۵ء

میں آزاد سرحد پر ہمارے (انگریزوں) کے خلاف جتنی بھی کاروائیاں کی گئی ہیں ان کی ذمہ داری بنیادی طور پر مولانا سیف الرحمن پر عائد ہوتی ہے ۔" (۱۳) بونیر کے جہاد میں نمایاں کردار ادا کرنے کی پاداش میں انگریز سرکار نے متھرا نو دوآبہ پشاور میں مولانا سیف رحمان کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کر کے نیلام کرادی ۔ (۱۴) اور ان کے اہل خانہ کے تمام افراد اور قریبی رشتہ دار جن کی تعداد ۲۹ تھی کو گرفتار کر کے پشاور اور ڈیرہ جات کے جیلوں میں بغرض تشدد اور بربریت کے ڈالدیئے ۔ (۱۵) ۔ یہ لوگ پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک انہی جیلوں میں محبوس رہے ۔ ادھر بونیر میں تین مہینے قیام کے بعد فدایان اسلام کا یہ قافلہ ابتدائی کامیابیوں کے بعد سوات کے راستے مہمندوں کے آزاد علاقے کی طرف روانہ ہوا ۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور ان کے چند ساتھیوں نے آزاد قبائل مہمندوں ہی کے علاقے میں ٹھہرنے اور رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ، جبکہ مولانا سیف الرحمن نے اپنے آبائی وطن افغانستان کو ہجرت کردی ۔ ان دنوں افغانستان کے امیر حبیب اللہ خان تھے ۔ امیر حبیب اللہ خان کے دور میں مولانا سیف الرحمن مختلف مقامات جلال آباد ، کجہ اور کابل میں دو سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے ۔

مولانا عبیداللہ سندھی اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ جب مولانا اور انکے ہم خیال دیگر حریت پسند افغانستان چلے آئے تو ان کی موجودگی ان کو اس قابل بنایا کہ افغانستان میں ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک نجات دہندہ فوج الجنود باللہ کے نام سے تشکیل دی گئی (۱۶) ۔ مولانا سیف الرحمن کو اس فوج میں میجر جنرل کے عہدے پر فائز کیا گیا ۔ (۱۷) یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ افغانستان کی حکومت نے بعض ہندوستانی حریت پسندوں کے لیے الاؤنس وغیرہ مقرر کئے تھے ۔ مولانا سیف الرحمن کے لیے مبلغ دو ہزار روپیہ بطور الاؤنس سالانہ مقرر تھے ۔ (۱۸) فروری ۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد جب امان اللہ خان افغانستان کا امیر بنا تو امان اللہ خان نے مولانا سیف الرحمن کو کابل بلوایا اور انہیں قاضی عسکر افغانستان کے عہدے پر فائز کیا ۔ (۱۹) علاوہ ازیں آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کے شایان شان ایک قطعہ اراضی بھی آپکے نام الاٹ کروایا ۔ افغانستان کی مکمل آزادی کے بعد جب افغانیوں کو اپنی خارجہ پالیسی خود چلانے کا حق مل گیا اور افغانستان کی طرف سے بخارا ، روس اور یورپ کو جو سفارتی وفود بھیجے گئے ان میں مولانا سیف الرحمن صاحب نے غیر معمولی نوعیت کے حامل ذمہ داریوں کو قبول کیا ۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا صاحب کو وزارت مختاری کا سربراہ مقرر کیا گیا ۔ چھ سال تک مولانا موصوف آزاد افغانستان کے نہایت ہی اہم اور حساس عہدوں پر فائز رہے ۔ افغانستان اور افغانیوں کی طویل خدمت کے

بعد بالآخر مولانا صاحب کی صحت کمزور ہوگئی اور بوجہ بیماری وہ اپنے فرائض منصبی سے مستعفی ہوئے ۔ امیر حبیب اللہ اور امیر امان اللہ نے مولانا صاحب کی شاندار خدمات کے عوض ان کو کئی توصیفی اسناد اور انعامات سے نوازا ۔ امان اللہ کے بعد اعلیٰ حضرت حضرت محمد نادرشاہ افغانستان کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے ۔ وہ مولانا سیف الرحمن کے بڑے قدردان تھے ۔ انہوں نے مولانا موصوف کو ایک مرتبہ پھر افغانستان کی خدمت اور ملازمت کی دعوت دی، لیکن مولانا صاحب نے بوجہ کمزوری اور بیماری کے کسی منصب کو قبول کرنے سے معذرت ظاہر کردی۔ اس کے باوجود اعلیٰ حضرت نے مولانا صاحب کے لئے معقول تنخواہ مقرر کردی ۔ مولانا صاحب اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ کے دور میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت اور روضۂ مطہرہ کی دیدار کے لئے ارض مقدس تشریف لے گئے ۔ بیت اللہ شریف میں قیام کے دوران مولانا صاحب نے حضرت شیخ احمد سنوسی سے طریقہ سنوسیہ حضریہ (تصوف کا ایک سلسلہ) میں بیعت کی ۔ (۲۱) اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ کے بعد اعلیٰ حضرت المتوکل علی اللہ کے دور میں مولانا صاحب کو دومرتبہ حج بیت اللہ اور روضہ رسول ؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ۔ ۱۹۴۹ء میں مولانا سیف الرحمن ارض پاک کو اپنا ابدی قرار گاہ بنانے کی نیت سے چوتھی مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے ۔ مگر اس مرتبہ قدرت کو کچھ اور منظور تھا ۔ پشاور پہنچ کر مولانا قلب کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور ایک مدت کے بعد بالآخر سات جمادی الاول ۱۳۶۹ھ قمری مطابق ۲۵ فروری ۱۹۵۰ء بروز شنبہ بوقت نو بجے صبح ایک سو دس سال کی عمر میں مولانا سیف الرحمن نے داعی اجل کو لبیک کہا (۲۲) ۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) اور یوں اسلام کا یہ تابندہ ستارہ ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا ۔ لیکن اسکی روشنی ابھی تک باقی ہے جو ہماری موجودہ اور آئندہ نسلوں کی راہنمائی کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہے ۔ بقول شاعر

ہزاروں سال نرگس اپنی بےنوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حوالہ جات

۱). مولانا سعیدالرحمن، سوانح مختصر ازجناب مولانا سیف الرحمن صاحب مرحوم (غیر مطبوعہ) ص نمبر ۱

۲). عبدالعلی ارغنداوی، برطانوی سامراجیت اور افغانستان کی تحریک آزادی ۲۱ ۔ ۱۹۱۴ منشی رام منوہر لعل لیشرز پرائیوٹ لمٹیڈ نیودہلی ۱۹۸۹ء ص نمبر ۲۴ (۳). مولانا سعیدالرحمن، المرجع سابق (Of.cit)

۴). مولانا سعیدالرحمن، المرجع سابق (Of.cit) (۵). مولانا عبدالعلی ارغنداوی، المرجع سابق ۔ (Of cit)

۶). مولانا سعیدالرحمن، المرج سابق (۷). خلافتیوں کا ہجرت افغانستان، نوشاد خان (غیر مطبوعہ مقالہ برائے

(پی ایچ ڈی) ایریا سٹڈی سنٹر (سنٹرل ایشیا) ۱۹۹۵ء صفحات ۱۱۳۔ ۱۴۲) (۸). مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق ۔ وحافظ بابر خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ وثقافت ۱۹۸۵ء ص نمبر ۲۶۔ (۹) مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق ۔ وحافظ بابر خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ وثقافت ۱۹۸۵ء ص نمبر ۲۶۔ (۱۰) مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق ۔ وحافظ بابر خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ وثقافت ۱۹۸۵ء ص نمبر ۲۶۔ (۱۱). اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۸۲ء جلد ۱۴/ ۲ ص نمبر ۱۷۲۔ (۱۲). مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ۔ (۱۳). حضرت سید محمد صاحب (مؤلف) تحریک شیخ الہند ۔ مکتبہ محمودیہ، لاہور ۱۹۷۸ء ایڈیشن دوم ص نمبر ۴۷۳ (۱۴). مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ص ۲ (۱۵). مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ص ۲ (۱۶) مولانا عبید اللہ سندھی کی ذاتی ڈائری. بحوالہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، نقش حیات، دارالاشاعت کراچی ۱۹۵۳ء ص نمبر ۵۷۸ (۱۷). عبدالعلی ارغنداوی، المرجع سابق ضمیمہ عبرسات، ص نمبر ۳۳۵۔ (۱۸). عبدالعلی ارغنداوی، المرجع سابق ضمیمہ عبرسات، ص نمبر ۱۳۲ (۱۹). مولانا سعید الرحمن سابق، ص نمبر ۲ (۲۰). مولانا سعید الرحمن سابق، ص نمبر ۲ (منسلکہ ضمیمے II تا IV (انکے اصل راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں)۔ (۲۱). مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ص نمبر ۲۔ (۲۲). مولانا سعید الرحمن المرج سابق۔ ص نمبر ۲

قومی خدمت ایک عبادت ہے اور
سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے
Servis

ادبیات

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہ فاضل دیوبند
رحیم یار خان

دعائے ختم القرآن

رمضان المبارک کی مناسبت سے

اے خدا کر بہرہ ور قرآن کی برکات سے — واقف و آگاہ کر جملہ سور آیات سے
جاوداں ہر حرف قرآن سے حلاوت کر نصیب — اور ہر جز سے جزا کامل عطا کر یا مجیب
الف سے ایمان و احساں کر عطا حسن حیات — تا دم آخر نہ سرزد ہوں معاصی سیّئات
با سے باطن اور ظاہر کر مرا پاک از عیوب — مندفع کر گنبد گردوں کے آفات و کروب
تا سے توبہ کی مجھے دنیا میں دے ہمت شتاب — آخرت میں دور کر مجھ سے جہنم کا عذاب
ثا سے ثابت قدمی اپنی راہ میں کر مرحمت — بے سخن صحرائے محشر میں مری کر مغفرت
جیم سے جنت علےٰ میں باعنایت کاملہ — کر مع الشہداء والا برار میرا داخلہ
حا سے حسن خاتمہ میرا ہو وقت انتقال — سہل ہو مرقد میں مجھ پہ امتحاں کا ہر سوال
خا سے خوف آخرت ہو دل کے اندر جاگزیں — فکر دنیا ہو نہ ہرگز ، ہو ہمیشہ فکر دیں
دال سے دنیا و دیں میں کر معظم سرفراز — صرف کر محتاج اپنا غیر سے کر بے نیاز
ذال سے ذاکر مرے کر جملگی اعضائے ہفت — دل زبان و گوش ذاکر دست و پا و چشم شفت
را سے روشن کر مرا دل دین ہی کے نور سے — پاسبانی کر مری دنیا کے مکر و زور سے
زا سے زینت اور زیبائش عطا کر حلم سے — برتری دے اتقا سے کر اعانت علم سے
سین سے سرور محمدؐ کی زیارت کر نصیب — کر مراحم خسروانہ سے مجھے اپنے قریب
شین سے شاکر ترے نعما پہ ہو ہردم زبان — جملہ آلام و مصائب پر رہے شاکر جناں
صاد سے صدق و صفا ہر فعل میں ہر قول میں — ہو سدا حاصل مجھے اس پر فتن ماحول میں
ضاد سے ضامن مرا ہو روز دیں روز یقیں — سید الکونین ختم المرسلیں نور مبیں

طا سے طاہر اور طیب کر مجھے ہر عیب سے
زندگی بھر کر مری نصرت ، حمایت غیب سے

ظا سے ظل عرش روز حق مرا ہو سائباں
جب نہ ہوگا کوئی سایہ جز ترے سایہ وہاں

عین سے عصیاں مرے تبدیل کر حسنات سے
عشق کامل بخش اپنی ذات بابرکات سے

غین سے غمخوار میرے دل کو کر اسلام کا
اور کر پابند مجھ کو اپنے سب احکام کا

فا سے فیضان محمدؐ ذردو عالم کر عطا
ان کی عزت کے تصدق بخش میری ہر خطا

قاف سے قائم صراط حق پہ رکھ مجھ کو مدام
نفس و شیطان کے تصرف میں نہ دے میری زمام

کاف سے کوثر کا آب جاں فزا یوم لقا
ساقی کوثر کے دست پاک سے مجھ کو پلا

لام سے لبریز اپنے غم سے کر میرا ضمیر
مال و دولت جاہ کے غم میں نہ کر مجھکو اسیر

میم سے میزان وزنی ہو مرا یوم الحساب
اور دائیں ہاتھ میں مجھ کو ملے میری کتاب

نون سے نظر نوازش نظر احسان و کرم
مجھ پہ ہو تیری سدا لحظہ بہ لحظہ دم بدم

واؤ سے وحشت کدہ مرقد مری پر نور کر
اس کی جملہ ظلمتیں با جلوہ خود دور کر

ھا سے ہم آغوش فرما باصلاح آخرت
کر نہ شیدا کسوت زیب الباس فاخرت

یا سے یثرب میں ہو میری آخری آرامگاہ
بانفوس قدسیہ مجھ کو ملے تیری پناہ

یاالہیٰ کر عطا قرآن سے نفع عظیم!
علو و رفعت بخش بالآیات والذکر الحکیم

استطاعت دے تلاوت کی مجھے لیل و نہار
آخری دم تک یہی عادت مری رکھ برقرار

جو بھی کوتاہی تلاوت میں ہو میری کر قبول
سوء الحاں ، کسل ، ہو یا سہو نسیان و زھول

عمر بھر تعمیل کی توفیق دے باقاعدہ
بخش ہر آیت کریمہ سے مکمل فائدہ

یاالہیٰ ہو یہ تیری آخری ذی شاں کتاب
حشر میں مابین میرے اور دوزخ کے حجاب

یا الہیٰ رحم فرما صدقے قرآن کریم
اس کے باعث مستحق مجھ کو بنا دار نعیم

باتوسل نور قرآن ، نور جاں یا ربنا
دین و دنیا میں مجید غوث کی بگڑی بنا

از : محمد نقیب اللہ رازی ، چترال

بیاد حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ شہید

کیوں گریہ کناں ماتم غم میں یہ سماتھا ؟ روتی تھی زمیں کیوں ، یہ جہاں کیسے خفاتھا؟
ہاں اے دل مغموم تجھے معلوم ہوا تھا اک صاحب اسرار یہاں ہم سے جدا تھا
مختار سے موسوم وہ محبوب خدا تھا

از روئے زمین تابفلک کون نہیں رویا ایسا ہی لگا ، جیسے دو عالم کو وہ کھویا
جب ان کو جہان دامن خود ملیں نہیں پایا دنیا میں قیامت کی گھڑی آئی تھی گویا
اس روز عالم میں تو ہنگامہ بپا تھا

ہاں تجھ کو مبارک ہو شہادت کا یہ رتبہ آرام گہ سایہ رحمت کا یہ رتبہ
تجھ جیسے ہی ہے خسرو قسمت کا یہ رتبہ اخلاص ووفا ، شان عبادت کا یہ رتبہ
یہ قطرہ خوں تیرے لئے آب بقا تھا

رتبے میں نہیں کوئی بھی اک ان کے برابر مجموعہ اخلاق نکو تھا وہ سرا سر
تقویٰ میں وہ میدان ریاضت کا دلاور وہ اہل زباں ، بحر فصاحت کا شناور
وہ غازی کردار ، سر صدق وصفا تھا

ہیں انکے فضائل تو ستاروں سے بھی افزوں درویش منش ، شوکت جمشید و فریدوں
یکتائے زمانا ، وہ فقط لولوئے مکنون وہ تابع فرمان خدا ، ظل ہمایوں
باطل کیلئے معجزہ ضرب عصا تھا

ہیں صدر نشیں مجلس اصحاب سعادت جنہوں نے ترے ساتھ پیا جام شہادت
وہ رنگ لہو مشک ختن سے ہے عبارت ان سب پہ خداوند کی جانب سے ہو رحمت

اے رازی انھیں مسئہ یہ پہلے ہی ملا تھا

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ

تبصرہ کتب

نام کتاب :۔ انوار الحدیث (جلد ششم)   صفحات ۳۴۰ قیمت ۲۰۰ روپے

افادات :۔ علامہ قاضی محمد زاہدالحسینی صاحب رحمہ اللہ   ناشر :۔ دارالارشاد مدنی روڈ اٹک شہر

شیخ التفسیر مولانا قاضی زاہدالحسینی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ درس قرآن وحدیث زندگی بھی آپکا اوڑھنا بچھونا رہا۔ آپ کے متعلق آپ کے شیخ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ نے فرمایا کہ محترم المقام حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب موجودہ دور کے ان علماء کرام میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم وفضل سے کتاب وسنت کے سمجھنے کیلئے خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے۔ واہ کینٹ میں آپ نے ۳۶ سال تک درس قرآن دیا اور اس طویل عرصہ میں ایک درس کا بھی ناغہ نہیں ہوا۔ ان دروس کا مجموعہ ۲۸ جلدوں میں طبع ہوچکا ہے۔ درس قرآن عزیز کے ساتھ ساتھ آپ درس حدیث بھی دیا کرتے تھے جن کی ۵ جلدیں حضرت کی حیات ہی میں "انوارالحدیث" کے نام سے منصۂ شہود پر آچکی تھیں۔ جبکہ یہ چھٹی جلد آپ کے سانحہ ارتحال کے بعد طبع ہوگئی لیکن اس کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری دن بھی اس کی تصحیح کا کام فرمایا۔ اس جلد میں کل ۳۷ دروس میں ۳۳ احادیث مبارکہ کی تشریح آسان اور عام فہم انداز میں آچکی ہے۔

نام کتاب :۔ بدایة النحو فی تسہیل ہدایة نحوا (عربی) مرتب :۔ مولانا محمد عثمان صاحب

صفحات :۔ ۲۵۴۔ قیمت : ۴۰ روپے۔ ناشر :۔ زم زم پبلیشرز، جنید مینشن ڈی میلوروڈ کراچی نمبرا

ہر زبان سیکھنے کیلئے اس کی گرائمر سے واقفیت ازحد ضروری ہے چونکہ عربی قرآن وحدیث کی زبان ہے اور مسلمانوں کا علمی ذخیرہ تقریباً عربی ہی سے ماخوذ ہے۔ اسی لئے مدارس عربیہ میں عربی زبان کے قواعد وضوابط کے سیکھنے کیطرف بھرپور توجہ دیجاتی ہے۔ چونکہ علم نحو عربی زبان کے اساسیات میں سے ہے اور اسی فن میں کئی کتابیں مدارس عربیہ میں متداول ومتدارس ہیں جن میں سے ایک کتاب " ھدایۃ النحو " ہے۔ مرتب نے طلباء کی آسانی اور تسہیل کی خاطر اسی کتاب کے مسائل عربی زبان میں بصورت سوال وجواب یکجاکئے ہیں اس سے ایک طرف علم نحو کے قواعد ومسائل بھی یاد ہوجائیں گے۔ اور دوسری جانب عربی سی بھی ممارست پیدا ہوگی۔ مزید آسانی کی خاطر نقشہ جات اور جداول کی مدد سے بھی مسائل کی توضیح کی گئی ہے۔

نام کتاب :- تحفۂ دلہا۔ جمع و ترتیب :- مولانا محمد حنیف عبدالمجید ۔ صفحات :- ۲۷۲ قیمت ۱۲ روپے
ناشر :- زم زم پبلیشرز جنید مینشن ڈی میلو روڈ بزنس روڈ کراچی نمبرا

شریعت اسلامیہ میں ازدواج یعنی میاں بیوی کے باہمی رشتے میں دونوں جانب سے ایک دوسرے پر کچھ حقوق واجب ہوتے ہیں۔ اگر ان حقوق کی پاسداری کیجائے تو گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں ایک مرد پر شوہر ہونے کی حیثیت سے عائد ہونے والی اسلامی ذمہ داریوں کی نشاندہی ، بیوی کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب اس کے ساتھ سدا نبھانے کے اصول اس سے محبت اس کی ساتھ حسن سلوک اس کی خامیوں سے درگزر لطیف ترکیبیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچانے اور اس کے ذریعہ رشتہ دار اور محلہ کی عورتوں کو پورے پورے دین پر عمل کروانے کی فکر دلانے والے مضامین شامل ہیں۔ کتاب ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے انتہائی دیدہ زیب اور مفید ہے۔ بہترین طباعت خوبصورت جلد اور غلطیوں سے پاک کمپوزنگ یہ کتاب ہر مسلمان گھرانے اور ہر لائبریری میں رکھنے کے قابل ہے۔

کتاب کا نام :- نایاب موتی۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خودنوشت خطبات۔
مرتب :- مولانا انیس الرحمن اطہر قادری۔ صفحات :- ۱۷۲۔ قیمت ۶۶ روپے۔
ناشر :- انجمن خدام الاسلام حنیفہ قادریہ باغبانپورہ لاہور۔

زیر تبصرہ کتاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے چند مواعظ اور خطبات کا مجموعہ ہے۔ آپکی اصلاحی مساعی میں خطاب جمعہ کو بڑی اہمیت حاصل رہی۔ آپ عموماً منگل کو اپنے خیالات قلمبند فرماتے دوتین روز اس پر مزید غور فرمانے کے بعد اجتماع جمعہ کے سامنے بڑے درد دل کے ساتھ اپنے یہ افکار پیش فرماتے۔ حضرت رحمہ اللہ کے یہ مواعظ قبل ازیں مختلف صورتوں میں شائع ہوچکے ہیں۔ لیکن زیر تبصرہ مجموعہ کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شامل تمام مواعظ حضرت کے اپنے سواد تحریر میں ہیں جن سے مقصود یہ ہے کہ حضرت کے خطبات انہی کے خط میں عوام تک پہنچادیئے جائیں تاہم مزید سہولت کیلئے آخر میں ان خطبات کی کمپوزنگ بھی شامل کی گئی ہے۔ حضرت نے کتاب نقش حیات سے استخلاص وطن کی تحریک کے بارے میں اپنی یاداشت کیلئے کچھ باتیں تلخیص کے ساتھ نوٹ کی تھیں سواد خط کی مناسبت سے وہ بھی داخل مجموعہ ہیں۔ کتاب صوری اور معنوی دونوں اعتبار سے بہت بہتر ہے۔

نام کتاب :- معارف الایمان مرتب :- قاری حماد زہراوی صفحات :- ۱۵۴ قیمت درج نہیں.
ناشر :- ندوۃ المعارف گکھڑ گوجرانوالہ

سبب تالیف کے زیر عنوان مؤلف رقمطراز ہیں ۔ " ندوۃ المعارف" کے رفقاء نے خدائے بزرگ وبرتر کے سہارے اپنی محدود علمی بساط کے ساتھ اسلاف اور اکابر کی بیش قیمت تحقیقی اور تصنیفی ذخیرے سے استفادہ کرتے ہوئے معارف اسلامی کے نام سے نئے نصاب تعلیم کی ترتیب وتدوین اور انقلابی سوچ پر مبنی لٹریچر کی ترویج واشاعت کا آغاز کیا ہے ۔ زیر نظر کتاب نئے نصاب تعلیم معارف اسلامی کا اہم حصہ ہے ، جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں بصیرت سوال وجواب اسلامی عقائد نیز اسلامی سیاست اور طریقت پر مشتمل اس مدلل کتاب کو مرتب کیا گیا ہے ۔ مروجہ معاشرتی رسومات اور بدعات کے بارے میں دیوبندی اور بریلوی دونوں مکتبہ ہائے فکر کی مسلمہ محقق حنفی علماء وفقہاء اور مستند فقہی کتب سے حوالے دئے گئے ہیں ۔ کتاب بچوں اور بڑوں کیلئے یکساں مفید ہے (ملخصاً) ۔ مؤلف کی یہ کوشش انتہائی قابل تحسین ہے کہ انہوں نے انتہائی سہل انداز میں شریعت کے بنیادی مسائل معارف الایمان میں جمع کئے ہیں ۔

نام کتاب :- جمعۃ المبارک کی تعطیل و تعظیم مؤلف :- قاری حماد الزہراوی صفحات ۴۴
قیمت :- ۱۵ روپے ۔ ناشر :- ندوۃ المعارف گکھڑ گوجرانوالہ

نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کے دعویدار وزیر اعظم نے برسر اقتدار آتے ہی اپنے بیرونی آقاؤں امریکی سامراج اور فرنگی سرپرستوں کی خوشنودی کیلئے سب سے پہلے جمعہ کی تعطیل پر تیشہ زنی کی اور اس کیلئے جن بھونڈے دلائل کا سہارا لیا ان کی رکاکت انتہائی واضح اور روز روشن کیطرح عیاں ہے ۔ زیر تبصرہ کتاب جمعہ کی ہفتہ وار تعطیل کی ملی اور نظریاتی حیثیت جیسے اہم موضوع پر ایک جامع مدلل اور حقیقت پسندانہ بحث پر مشتمل ہے ۔ وزیر اعظم پاکستان اور ان کے حواریوں کیلئے اس کتاب کا مطالعہ ازحد ضروری ہے ۔

نام کتاب :- معارف التجوید (ہر دو حصے) مؤلف :- قاری حبیب الرحمان ہزاروی
ناشر :- ندوۃ المعارف گکھڑ گوجرانوالہ

فن تجوید کے قواعد وضوابط اور اسرار ورموز پر مشتمل انتہائی اہم کاوش جس میں نہایت ہی سلیس اور عام فہم انداز میں ترتیب شدہ تجوید کی جملہ نصابی کتب کا مستند ترین خلاصہ پیش کیا گیا ہے ۔

The First Name in Bicycles, brings ANOTHER FIRST

SOHRAB VIP SPORTS

Sohrab, the leading national bicycle makers now introduce the last word in style, in elegance, in comfort... absolutely the last word in bicycles.

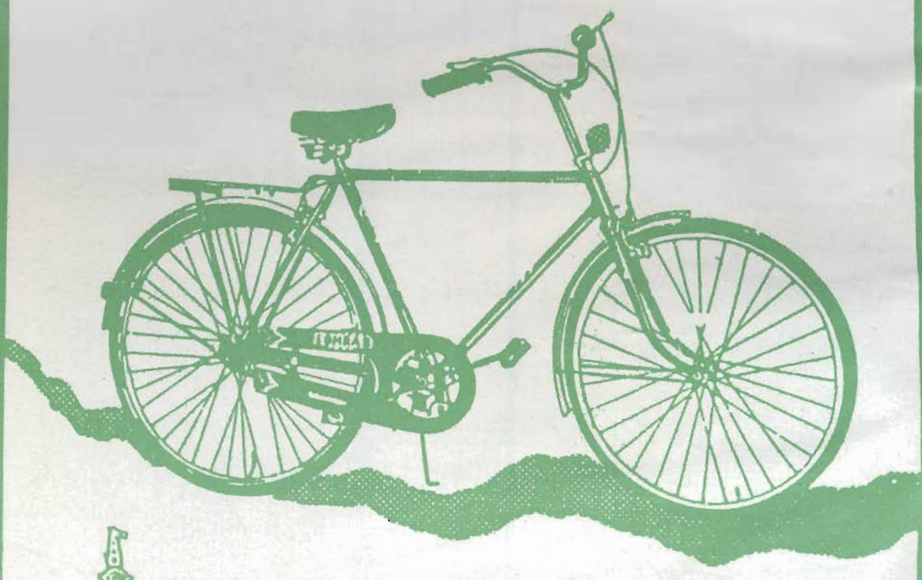

PAKISTAN CYCLE INDUSTRIAL COOPERATIVE SOCIETY LIMITED

National House, 47 Shahrah-e-Quaid-e-Azam, Lahore, Pakistan.

Tel: 7321026-8 (3 lines). Telex: 44742 CYCLE PK. Fax: 7235143. Cable: BIKE

Regd. No. P - 90 Monthly " AL HAQ" Akora Khattak

دانت دُرست "تَن" دُرست

دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی صحت کے لیے انتہائی موثر نباتاتی

ہمدرد پیلو مسواک ٹوتھ پیسٹ

اچھی صحت کا دارومدار صحت مند دانتوں پر ہے۔ اگر دانت خراب ہوں یا عدم توجہی کے باعث گر جائیں تو انسان دُنیا کی بہت سی نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ زمانۂ قدیم سے صحتِ دندان کے لیے انسان درختوں کی شاخیں بطور مسواک استعمال کرتا آیا ہے۔ ہمدرد نے تحقیق و تجربات کے بعد دار چینی، لونگ، الائچی اور صحتِ دہن کے لیے دیگر مفید نباتات کے اضافے کے ساتھ "مسواک ٹوتھ پیسٹ" تیار کیا ہے جو دانتوں کو صاف اور سفید رکھنے کے ساتھ مسوڑھوں کو بھی مضبوط، صحت مند اور محفوظ رکھتا ہے۔

سارے گھر کا ٹوتھ پیسٹ
مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
مسواک کے قدرتی خواص صحتِ دنداں کی مضبوط اَساس

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

Adarts-HMPT-22/95